دعوۃ الی اللہ

اور

داعی کے اوصاف

مع

مقامِ سنّت اور فتنۂ انکارِ حدیث

تالیف

علّامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ

مترجم

شیخ ابو عدنان محمد منیر قمر حفظہ اللہ

ناشر

توحید پبلیکیشنز، بنگلور (انڈیا)

دعوۃ الیٰ اللہ

اور

داعی کے اوصاف

مع

مقامِ سنّت اور فتنۂ انکارِ حدیث

تالیف

علّامہ عبدالعزیز بن عبداللّٰہ بن بازؒ

مترجم

شیخ ابو عدنان محمد منیر قمر حفظہُ اللّٰہ

ناشر

توحید پبلیکیشنز، بنگلور

❖ **نامِ کتاب** دعوۃ الیٰ اللہ اور داعی کے اوصاف

مع

مقامِ سنّت اور فتنۂ انکارِ حدیث

❖ **مصنّف** علاّمہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ

❖ **مترجم** شیخ ابوعدنان محمد منیر قمر نواب الدین حفظہٗ اللہ

❖ **کمپوزنگ** ابوصفیہ شاہد ستار

❖ **کور ڈیزائین** امتیاز

❖ **طبع دوم** ۱۴۲۴ھ ، ۲۰۰۳ء

❖ **تعداد** ۴۰۰۰

❖ **ناشر** توحید پبلیکیشنز، بنگلور (انڈیا)

❖ ہندوستان میں ملنے کے پتے ❖

1-توحید پبلیکیشنز،ایس.آر.کے.گارڈن
فون:۶۶۵۰۶۱۸،بنگلور۔۰۴۱ ۵۶۰
2-چارمینار بک سنٹر
چارمینار روڈ،شیواجی نگر،بنگلور۔۰۵۱ ۵۶۰

1-Tawheed Publications,
S.R.K.Garden,Phone# 6650618
BANGALORE-560 041
2-Charminar Book Center
Charminar Road,Shivaji Nagar,
BANGALORE-560 051

Contact:Emailto:tawheed_pbs @hotmail.com

آئینہ مضامین

پہلا رسالہ

دوسرا رسالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیم

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ،وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰه،

اَمَّا بَعْدُ:

قارئینِ کرام ! اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

یہ کتاب دو رسالوں پر مشتمل ہے، ایک کا عنوان ''الدعوۃ الیٰ اللّٰہ و اخلاق الدعاۃ'' (دعوت الیٰ اللہ اور داعی کے اوصاف) اور دوسرے رسالے کا نام ''وجوب العمل بالسنة وکفر من انکرھا'' (مقامِ سنّت اور فتنۂ انکارِ حدیث) ہے۔ جسکا دوحرفی خلاصہ یہ ہے کہ حدیث وسنّت پر عمل واجب ہے اور جو اِن کا انکار کرے وہ کافر، دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ یہ دونوں رسالے سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز رحمہٗ اللہ کی تصانیف ہیں۔ موصوف کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ دنیائے اسلام آپ کو جانتی پہچانتی ہے۔ وہ سعودی عرب کے مفتیِ اعظم اور ادارہ دعوت وتبلیغ کے رئیس اعلیٰ رہے ہیں، جس کی برانچیں پاکستان، برطانیہ، افریقہ غرضیکہ پوری دُنیا میں پھیلی ہوئی ہیں۔

دوسرا رسالہ جس میں حدیث وسنّت کے واجب العمل ہونے کے دلائل قرآن وسنت سے پیش کیئے گئے ہیں۔ یہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ سنت کے بغیر دین نامکمل ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کی حفاظت اپنے ذمے لی ہے، ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے حدیث وسنّت کی بھی حفاظت فرمائی ہے۔

اگر حدیث نہ ہوتو قرآن مجید کی بہت سی آیات کا مفہوم سمجھ میں نہیں آسکتا۔ جیسے نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ کے مسائل واحکام ہیں اسی طرح ہی باقی سب مسائل ہیں جنہیں

حدیثِ شریف نے بیان کیا ہے۔مثلاً ایک آدمی کا ایک وقت میں پھوپھی اور بھتیجی، خالہ اور بھانجی کا نکاح میں رکھنا ناجائز ہے، حالانکہ اس کو قرآنِ مجید نے بیان نہیں کیا۔

ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ دین کے معاملہ میں اپنی طرف سے بالکل کچھ نہیں فرماتے تھے بلکہ آپ ﷺ پر ہر دینی معاملہ میں وحی نازل ہوتی تھی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰى۔اِنۡ هُوَاِلَّا وَحۡيٌ يُّوۡحٰى﴾

''اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں۔وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔''

حافظ ابن کثیر مقدمہ تفسیر میں لکھتے ہیں:

((وَالسُّـنَّةُ تَنۡزِلُ عَلَيۡهِ بِالۡوَحۡيِ كَمَا يَنۡزِلُ الۡقُرۡآنُ اِلَّا اَنَّهَالَا تُتۡلٰى كَمَا يُتۡلٰى الۡقُرۡآنُ))

'' سنت بھی منزّل من اللہ ہے، قرآن کی طرح، صرف قرآن کی طرح سنت کی تلاوت نہیں کی جاتی۔''

اسی لیۓ اللہ تعالیٰ نے بار بار قرآن میں حکم فرمایا ہے:

﴿اَطِيۡعُوااللّٰهَ وَاَطِيۡعُواالرَّسُوۡلَ﴾

''اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔''

دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَمَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡهُ وَمَا نَهَاكُمۡ عَنۡهُ فَانۡتَهُوۡا﴾

''جس کا حکم تمہیں رسول (ﷺ) دیں اس پر عمل کرو اور جس سے روکیں رُک جاؤ۔''

اس سے ثابت ہوا کہ سنّت ایک اہم اور بنیادی مصدرِ شریعت اور واجب العمل ہے، اور اس کا انکار کفر ہے۔

ہم اپنے محترم مولانا محمد منیر قمر کے مشکور ہیں کہ انہوں نے ان دونوں رسالوں کو اُردو قالب میں ڈھال کر بہت سے اُردو داں حضرات کے لیئے یہ کام آسان کر دیا کہ انھیں اپنی زبان میں پڑھ کر ان پر عمل پیرا ہو سکیں۔ **جَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيْراً**

اور ہم اپنے ادارہ (الادارۃ الاسلامیہ للترجمۃ والتالیف، حاجی آباد، فیصل آباد) کی طرف سے انھیں شائع کر کے اپنے لیئے سعادت سمجھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اس عمل کو قبول فرمائے۔ آمین

حافظ محمد اسلم

مدیر الادارۃ الاسلامیہ، حاجی آباد، فیصل آباد

مبلّغ مرکز الدعوۃ والارشاد بالفجیرۃ مقیم الشارقہ

(الامارات العربیۃ المتحدہ)

گفتنی

مفتیٔ عالمِ اسلام سماحۃ الشیخ علاّمہ عبدالعزیز بن عبداللہ ابن باز رحمہٗ اللہ کے قلم رسیخ سے نکلے ہوئے دو اہم ترین مقالوں کا اردو ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

پہلا مقالہ (دعوت الیٰ اللہ) دعوت وتبلیغِ دین کی ضرورت واہمیت اور داعی ومبلّغ کے اوصاف واخلاق سے متعلق ہے جس میں سماحۃ الشیخ ابن بازؒ نے میدانِ دعوت وارشاد میں کام کرنے والے دعاۃ ومبلّغین کے لیئے قرآن وسنت کی روشنی میں ایک اخلاقی معیار مقرر کر دیا ہے جس کے بغیر نہ صرف ترویجِ دین واشاعتِ اسلام کا عمل بارآور نہیں ہوتا بلکہ تشکیک وتنفیر بڑھ جاتی ہے۔لہٰذا یہ مقالہ علماء کرام اور مبلّغینِ عظام سے خصوصی توجہ کا طالب ہے۔اس رسالہ کا اردو ترجمہ علاّمہ احسان الٰہی ظہیرؒ کے دور میں انکے ماہنامہ ''ترجمان الحدیث'' میں قسط وار شائع ہوا تھا۔

دوسرا مقالہ (مقامِ سنّت) حجّیتِ حدیث اور تعظیمِ سنّت سے متعلق ہے۔اس مقالے کی اہمیت اردو دان طبقہ کے لیئے اور بھی زیادہ ہے کیونکہ برّصغیر میں فتنہ انکارِ حدیث کے کل پُرزے بڑے زور وشور سے مصروفِ عمل ہیں جنکا سرغنہ پرویز احمد تھا، جو اپنے افکارِ باطلہ کی اشاعت اور حدیث وسنتِ رسول اللہ ﷺ پر رکیک حملے کرنے اور کیچڑ اچھالنے کے لیئے لاہور سے اپنا آرگن ہفت روزہ ''طلوعِ اسلام'' نکالتا رہا ہے جو کہ اب بھی نکل رہا ہے۔

اس مقالے کو بخوبی سمجھ لینے کے بعد کوئی شخص بھی ان منکرینِ حدیث کے دائرہ فسوں اور ان کے بچھائے ہوئے دامِ ہمرنگِ زمین میں نہیں پھنس سکتا۔

موجودہ دور میں اس رسالے کی اہمیت اس اعتبار سے اور بھی بڑھ گئی ہے کہ آج کل منکرینِ حدیث (عبداللہ چکڑالوی، پرویز اَحمد، پروفیسر رفیع اللہ شہاب وغیرہ) کے علاوہ بڑے بڑے جبہ ودستار والے اور عباؤں وقباؤں میں ملبوس ''اہلسنت'' کہلوانے والوں نے بھی

تحریکِ عمل بالحدیث کے خلاف ایک محاذ قائم کرلیا ہے اور وہ لوگوں کو یہ باور کروانے پر تُلے ہوئے ہیں کہ حدیث (نعوذ باللہ) آگ ہے اور حدیث (نعوذ باللہ) شیطان کے کسی انڈے بچے کا نام ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ حدیث سے لوگوں کو متنفر کر کے دوکانیں چلانے کا یہ گھناؤنا انداز آج سے پہلے شاید کسی بھی دور میں نہیں اپنایا گیا ہوگا۔ اگر کسی کو اس رویے پر شک ہو تو برِّصغیر میں اپنے ''کاروبار'' کو سہارا دینے کی کوشش سے متعلقہ تقریروں کے کیسٹ مہیّا کئے جاسکتے ہیں جو بڑی بڑی کانفرنسوں میں کی گئیں۔

الادارۃ الاسلامیہ کے مدیر مولانا حافظ محمّد اسلم صاحب رکن سعودی اسلامک مشن برائے متحدہ عرب امارات، مرکز الفجیرہ) کی مساعی جمیلہ لائق صد تحسین و تبریک ہیں کہ وہ اِن اور ایسے ہی بعض دیگر اہم مقالات و رسالہ جات کی طباعت و اشاعت کا اہتمام کرتے رہتے ہیں۔

فَجَزَاهُ اللّٰهُ فِی الدَّارَیْنِ وَوَفَّقَنَا وَاِیَّاهُ لِمَافِیْهِ خَیْرُالْمُسْلِمِیْنَ

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ابوعدنان محمد منیر قمر نواب الدین

(سابق) مترجم محکمہ شرعیہ، ام القیوین (U.A.E)

ترجمان سپریم کورٹ، الخبر

وداعیہ متعاون، مراکزِ دعوت وارشاد

الدمام، الظہران، الخبر (سعودی عرب)

متحدہ عرب امارات [1]

۱۴/شوال/ ۱۴۰۲ھ

۷/ اگست ۱۹۸۲ء

---

[1] ان دونوں رسالوں کو اب ہم مکتبۂ کتاب وسنّت، ریحان چیمہ، سیالکوٹ اور توحید پبلیکیشنز، بنگلور سے شائع کر رہے ہیں۔ البتہ ''تقدیم'' کو معمولی ترمیم اور ''گفتنی'' کو بعض ضروری اضافوں کے ساتھ اس دوسرے ایڈیشن (۱۴۲۴ھ مطابق ۲۰۰۳ء) میں بھی شاملِ اشاعت کر کے اِنہی پر ہی اکتفاء کر رہے ہیں۔ اور نیا مقدمہ لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ اور یہ بات کہنا کوئی ضروری نہیں کہ پہلے ایڈیشن میں پائی جانے والی تمام کوتاہیوں کا ہم نے حتی المقدور ازالہ کر دیا ہے۔
وَالْکَمَالُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ — (ابوعدنان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دعوت الیٰ اللہ اور داعی کے اوصاف

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظَّالِمِيْنَ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اِلٰهُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ وَقَيُّوْمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِيْنَ، وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَخَلِيْلُهٗ وَاَمِيْنُهٗ عَلٰى وَحْيِهٖ اَرْسَلَهٗ اِلَى النَّاسِ كَافَّةً بَشِيْراً وَّنَذِيْراً وَدَاعِياً اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجاً مُّنِيْراً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ سَارُوْا عَلٰى طَرِيْقَتِهٖ فِي الدَّعْوَةِ اِلٰى سَبِيْلِهٖ وَصَبَرُوْا عَلٰى ذَالِكَ وَجَاهَدُوْا فِيْهِ حَتّٰى اَظْهَرَ اللّٰهُ بِهِمْ دِيْنَهٗ وَاَعْلٰى كَلِمَتَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْراً ! اَمَّا بَعْدُ:

بے شک اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے جنّ وانس کو اس لیۓ پیدا فرمایا کہ وہ اُس یکہ وتنہا ذاتِ بابرکات کی عبادت کریں، جسکا کوئی شریک نہیں، اُس کے امر و نہی کی تعظیم کریں اور اس کے اسماء وصفات کو پہچانیں۔ جیسا کہ اللہ عزّ وجل کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۝﴾ (الزاریات:۵۶)

’’میں نے جنّ وانس کو اس لیۓ پیدا کیا ہے تا کہ وہ میری عبادت کریں‘‘

اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۝﴾ (البقرہ:۲۱)

’’اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا فرمایا تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔‘‘

اور فرمانِ الٰہی ہے:

﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ (سورة الطلاق:۱۲)

''اللہ وہ ذات ہے جس نے سات آسمانوں کو اور زمین سے بھی مانند ان کی اترتا ہے حکم اُس کا درمیان ان کے تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔''

ان آیات میں اللہ پاک نے واضح فرما دیا ہے کہ اُس نے مخلوقات کو اِس لیئے پیدا فرمایا تا کہ اُس کی عبادت و تعظیم کی جائے، اور اُس کے اوامر ونواہی کی اطاعت ہو، کیونکہ عبادت دراصل اُس ذاتِ باری تعالیٰ کی توحید واطاعت اور اُس کے اوامر ونواہی کی تعظیم ہی کا دوسرا نام ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ اُس نے ارض وسماء اور اُنکی پہنائیوں کی تمام مخلوقات کو اِس لیئے تخلیق فرمایا ہے تا کہ یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائے کہ وہ ہر چیز پر قادرِ مطلق ہے۔ اور اُس کا علم ہر شئی پر محیط ہے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ مخلوقات کی تخلیق وایجاد کی ایک حکمت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی اسماء صفات کے ساتھ پہچانی جائے، اور یہ کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے اور یہ کہ اللہ جلّ وعلا ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ اور اِن مخلوقات کی ایجاد کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ وہ اُس کی عبادت کریں۔ اُس کی تقدیم وتقدیس بیان کریں اور اُس کی عظمت وبزرگی کے سامنے فروتنی وانکساری اور عاجزی اختیار کریں، جب کہ عبادت نام ہی اللہ جلّ شانہٗ کے سامنے خشوع وخضوع اور عاجزی وخاکساری اپنانے کا ہے، اور جن احکام واوامر کو بجالانے اور جن ممنوعات ونواہی کو ترک کرنے پر مبنی وظائف واعمال کا اللہ تعالیٰ نے جنّ وبشر کو حکم فرمایا ہے، اُن کا نام عبادت صرف اِس لیئے ہی تو رکھا گیا ہے کہ وہ اللہ عزّ وجلّ کے سامنے خشوع وخضوع اور عاجزی وانکساری کے ساتھ بجالائے جاتے ہیں۔

دعوتِ الیٰ اللہ کا نقطۂ آغاز

یہ بات اپنی جگہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ جنّ و بشر کی عقلوں کے لیئے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ بذاتِ خود عبادت کی تمام تفصیلات کو معلوم کر سکیں اور یہ بات بھی اُن عقلوں کے لیئے خارج ازامکان تھی کہ وہ اوامر ونواہی میں سے تفصیلی احکام اور جزئیات کی تہہ کو پہنچ سکیں، لہٰذا اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے انبیاء ورسل علیہم السلام کے سلسلہ کا آغاز فرمایا اور کتابیں نازل کیں تاکہ وہ لوگوں پر اُس امر کو بیان کریں اور اُس کی توضیح وتفصیل سمجھائیں جو کائنات کی تخلیق کا باعث ہوا تاکہ وہ علیٰ وجہ البصیرت ہوکر اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اُن امور سے باز رہیں جن سے انہیں روکا گیا ہے۔انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام انسانی مخلوق کے ہادی، آئمّۂ ہدایت اور ثقلین (جنّ وانس) کو اللہ کی اطاعت وعبادت کی دعوت دینے والے ہیں۔اللہ پاک نے رسول بھیج کر بندوں کو عزت وتکریم بخشی اور ان پر رحمت فرمائی اور ان کے ہاتھوں جادۂ حق اور صراطِ مستقیم کی وضاحت فرمائی تاکہ لوگ اپنے معاملاتِ دین ودنیا میں روشن دلائل معلوم کرلیں اور کل کلاں کو کوئی شخص یہ نہ کہہ سکے کہ ہمیں کیا معلوم کہ اللہ نے ہم سے کیا مطالبہ کیا، کیونکہ ہمارے پاس کوئی کوشخبری دینے اور ڈرانے والا (نبی ورسول) تو آیا ہی نہیں لہٰذا اللہ پاک نے انبیاء ورسل بھیج کر اور آسمان سے کتابیں نازل فرما کر ان کا عذر ختم کر دیا۔

جیسا کہ اللہ جلّ وعلا نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ (سورۃ النحل:۳۶)

”ہم نے ہر ایک امّت میں ایک ایک رسول بھیجا (جو دعوت دیتا تھا) کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت (معبودانِ باطلہ) کی پرستش سے اجتناب کرو۔“

اور ارشادِ ربّانی ہے:

﴿وَمَا اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا نُوۡحِیۡۤ اِلَیۡهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدُوۡنِ۝﴾ (سورۃ الانبیاء:۲۵)

''ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا سوائے اِس کے کہ اس کی طرف وحی سے پیغام بھیجا کہ میرے (یعنی اللہ کے) سوا کوئی معبود نہیں، پس میری ہی عبادت کرو۔''

اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا بِالۡبَیِّنٰتِ وَاَنۡزَلۡنَا مَعَهُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡمِیۡزَانَ لِیَقُوۡمَ النَّاسُ بِالۡقِسۡطِ﴾ (سورۃ الحدید:۲۵)

''ہم نے اپنے پیغمبروں کو ظاہر دلیلوں کے ساتھ بھیجا، اور اُن کے ساتھ کتاب اور میزان (قواعدِ عدل) اتارے، تا کہ لوگ عدل وانصاف پر قائم رہیں۔''

اور ارشادِ ربّانی ہے:

﴿کَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیۡنَ وَمُنۡذِرِیۡنَ وَاَنۡزَلَ مَعَهُمُ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ لِیَحۡکُمَ بَیۡنَ النَّاسِ فِیۡمَا اخۡتَلَفُوۡا فِیۡهِ﴾ (سورۃ البقرہ:۲۱۳)

''لوگ ایک ہی اُمت تھے، اللہ تعالیٰ نے بشارت دینے اور ڈرانے والے انبیاء بھیجے اور ان کے ساتھ کتاب نازل فرمائی تا کہ وہ لوگوں کو مختلف فیہ امور میں فیصلہ کرے۔''

ان آیات میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اُس نے رسول بھیجے اور کتابیں

نازل فرمائیں تا کہ لوگوں کے درمیان حق وانصاف کے ساتھ فیصلے کریں اوران کے ہاں توحیدِ باری تعالیٰ،شریعتِ الٰہیہ اورعقائد میں جواختلافات پائے جاتے ہیں ان کی وضاحت کریں۔

اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:

﴿كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ﴾

''لوگ ایک امت تھے۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سب حق پر تھےاورابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کے عہدِ حیات سے لے کرآدمِ ثانی حضرت نوح علیہ السلام تک ان میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہ تھا، بلکہ وہ سب راہِ ہدایت پر تھے،جیسا کہ ترجمان القران حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اورسلف وخلف کی ایک جماعت کا قول ہے۔پھرقومِ نوح علیہ السلام میں شرک واقع ہوا،وہ باہمی اختلافات کا شکار ہوگئے اوران پراللہ تعالیٰ کے جوحقوق واجب تھے اُن کے متعلق بھی ان میں اختلافات پیدا ہوگئے ۔جب ان میں شرک اوراختلافات نے راہ پالی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو رسول بنا کربھیجااوران کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔جیسا کہ ارشادِرب العزّت ہے:

﴿اِنَّا اَوۡحَيۡنَا اِلَيۡكَ كَمَا اَوۡحَيۡنَا اِلٰى نُوۡحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ﴾

(سورة النسآء:١٦٣)

''ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف وحی کی جیسا کہ نوح (علیہ السلام) اوراُن کے بعدآنے والےانبیاء کی طرف وحی کی تھی۔''

اورارشادِربّانی ہے:

﴿وَمَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخۡتَلَفُوۡا فِيۡهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحۡمَةً لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ‏ ﴾ (سورة النحل:٦٤)

''ہم نےنہیں اتاری آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف یہ کتاب،سوائے اس لیئے

کہ آپ ان کے مختلف فیہ امور میں انکے لیئے وضاحت کریں اور یہ ایمان والی قوم کے لیئے رحمت ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کتابِ مقدّس نازل فرمائی تا کہ وہ لوگوں کے مابین پائے جانے والے اختلافات میں حکمِ الٰہی بیان کرے اور وہ لوگ جن امور سے جہالت میں مبتلا ہیں ان کے متعلق شریعتِ الہیّہ کے احکام بتائے اور لوگوں کو شریعت کے التزام اور حدودُ اللہ کے قیام کا حکم دے، اور وہ امور جو ان کے حق میں فی الوقت یا بدتر مضرّت رساں ہیں، ان سے انہیں روکے۔

اس سلسلۂ انبیاء ورسل کی آخری کڑی جو اپنے ماسبق تمام انبیاء ورسل سے افضل اور انکے امام وسردار ہمارے نبی وامام حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ ہیں جن پر آکر اللہ نے اس سلسلہ کو ختم کر دیا۔

حضرت محمدِ مصطفیٰ ﷺ اور تمام انبیاء کرام پر اللہ تعالیٰ کی افضل ترین رحمتیں اور لاکھوں سلام ہوں۔

دعوت وتبلیغ میں ایذائیں اور صبر واستقلال

نبی اکرم ﷺ نے اللہ کا پیغام لوگوں کو پہنچایا، امانتِ الہیہ کو ادا کیا۔ امت سے خیر خواہی کی لوگوں کو اللہ کی توحید سکھلانے کے لیئے بھرپور کوشش کر کے جہاد کا حق ادا کر دیا۔ لوگوں کو اللہ کی طرف خفیہ واعلانیہ دعوت دی اور اللہ کی راہ میں شدید اذیّتیں برداشت کیں، مگر صبر واستقلال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا جیسا کہ آپ ﷺ سے پہلے رسولوں نے صبر وضبط سے کام لیا تھا۔

آپ ﷺ نے اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچایا جیسا کہ پہلے رسولوں نے پہنچایا تھا۔لیکن آپ ﷺ سب سے زیادہ ستائے اور ایذائیں پہنچائے گئے۔آپ ﷺ نے سب سے زیادہ صبر وہمت کا مظاہرہ کیا اور بارِ رسالت کو پہلے تمام رسولوں کی نسبت زیادہ حسن وخوبی سے اٹھایا۔عَلَیْهِ وَعَلَیْهِمُ الصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ۔

آپ ﷺ نے تئیس (۲۳) سال پیغمبرانہ زندگی گزاری جس میں آپ ﷺ پیغامِ الٰہی کو لوگوں تک پہنچاتے، لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دیتے اور بلاتے رہے اور احکامِ الٰہی کی نشر واشاعت میں لگے رہے۔اس تئیس (۲۳) سالہ عہدِ رسالت کے ابتدائی (۱۳) سال تو ام القریٰ۔مکہ مکرّمہ۔میں دعوت الیٰ اللہ کا فریضہ سرانجام دیا جو پہلے تو خفیہ طور پر ہوتا، پھر کھلم کھلا اور ببانگ دہل اعلانِ حق فرمانے لگے۔تب اذیّتیں پہنچائے گئے مگر آپ ﷺ نے لوگوں کی ایذاؤں پر صبر کیا اور میدانِ دعوت میں آپ ﷺ کے پائے ثبات میں سرِ مُو لرزش نہ آئی۔

وہ لوگ آپ ﷺ کی صدق کلامی اور امانت داری کے معترف اور آپ ﷺ کی ذاتی فضیلت، عالی حسب ونسب اور خاندانی مقام ومنزلت کے واقف اور قائل تھے۔مگر سردارانِ قبائل کو سرداری وسربراہی کی ہوّس، آتش حسد اور بغض وعناد لے ڈوبے۔اور عوام النّاس کی طرف سے ایذاء رسانی کا سبب ان کی جہالت وضلالت اور اپنے سرداروں کی تقلید تھی۔اکابر نے آپ ﷺ کی دعوت کا انکار اپنی سرداری پر فخر وتکبّر اور آپ ﷺ سے حسد کی بناء پر کیا۔اور عوام نے اُن کی تقلید وپیروی کی اور آپ ﷺ سے دشمنی وبُرائی پر اُتر آئے، یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ سخت تکلیفیں اور شدید اذیّتیں پہنچائے گئے۔

اکابرین سرداروں نے حق کو پہچان تو لیا، مگر عناد کی وجہ سے اطاعت نہ کی۔اِس حقیقت پر یہ ارشادِ الٰہی دال ہے:

﴿قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ۝﴾ (سورۃ الانعام:۳۳)

''ہم جانتے ہیں کہ ان کی باتیں آپ (ﷺ) کو غمگین کرتی ہیں، وہ آپ (ﷺ) کو نہیں جھٹلاتے بلکہ وہ ظالم تو اللہ کی نشانیوں کا انکار کرتے ہیں۔''

یہاں اللہ پاک نے واضح فرما دیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی تکذیب نہیں کرتے تھے، بلکہ درباطن وہ آپ ﷺ کی صداقت وصفائی کے معترف اور آپ ﷺ کی امانت و دیانت سے واقف تھے، یہاں تک کہ نزولِ وحی سے قبل وہ خود آپ ﷺ کو ''امین'' کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ مگر انہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ حسد وبغاوت کی بناء پر حق کا انکار کیا۔

آپ ﷺ نے اس بات کو خورِ اعتناء نہ سمجھا بلکہ پورے حوصلہ واستقامت کے ساتھ رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر اپنے مشن میں لگے رہے، لوگوں کو اللہ جلّ وعلا کی طرف مسلسل بلاتے رہے، اور اُن کی اذیّتوں پر صبر وہمت سے کام لیا۔ دعوت کے لیئے پیہم کوشاں رہے، ایذاؤں سے بچتے، برداشت کرتے اور حسب الامکان ایذاء رساں دشمنوں کو معاف کرتے رہے۔ یہاں تک کہ معاملہ انتہائی شدّت اختیار کر گیا، اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مدینہ منوّرہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم دے دیا تو نبی ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منوّرہ تشریف لے گئے، یوں مدینہ منوّرہ اسلام کا پہلا ''دارالخلافہ'' بن گیا۔ وہاں اللہ کے دین کو غلبہ حاصل ہوا اور مسلمانوں کی حکومت وقوّت وجود میں آ گئی۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعوت کو مسلسل جاری رکھا اور حق کی وضاحت کرتے رہے، اور جہاد بالسیف بھی شروع کر دیا۔ مختلف روساءِ قبائل اور سرداروں کی طرف قاصد بھیجے جو

لوگوں کو خیر و ہدایت کی طرف دعوت دیتے۔ آپ ﷺ نے مختلف اطراف میں متعدد چھوٹے چھوٹے لشکر روانہ کیئے اور مشہور و معروف غزوات اور جنگیں بھی کیں، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غلبہ عطا فرمایا۔ آپ ﷺ کے ذریعے ہی اُس نے اپنے دین کو مکمل کیا اور آپ ﷺ کی اُمت پر اپنی نعمت کی تکمیل کی۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ہاتھوں دین کی تکمیل کر لی اور نبی ﷺ نے شریعتِ غرّا ء کو اپنی اُمت تک پہنچا دیا تو پھر آپ ﷺ وفات پا گئے۔

دعوتِ الیٰ اللہ

دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں

رسولُ اللہ ﷺ کے بعد یہ بارِ امانت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اٹھایا۔ وہ بھی نبی ﷺ کی راہ پر چلے۔ اللہ جلّ جلالہٗ کا نام لیا اور پورے کرّۂ ارضی پر پھیل گئے درآنحالیکہ وہ حق کے داعی اور اللہ کی راہ کے مجاہد تھے اور دعوت الی اللہ کے معاملے میں کسی لومۃ لائم سے خوفزدہ نہ ہوتے تھے۔

﴿يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ﴾

(سورة الاحزاب:٣٩)

’’وہ اللہ کا پیغام لوگوں کو پہنچاتے اور اس سے ڈرتے تھے۔‘‘

وہ غازی ومجاہدین، ہدایت یافتہ داعیانِ الیٰ اللہ اور صالحین و مصلحین بن کر چار دانگِ عالَم میں منتشر ہو گئے۔ اللہ کے دین کو پھیلاتے اور شریعتِ الٰہیّہ کی تعلیم دیتے

گئے۔لوگوں کو وہ عقیدہ سکھلاتے جو اللہ نے پیغمبروں کو دے کر مبعوث فرمایا تھا۔وہ عقیدہ ہے اللہ وحدہٗ لاشریک کی مخلصانہ عبادت اور اس کے سوا تمام اشجار واحجار اور اصنام وغیرہ معبدانِ باطلہ کی عبادت کو چھوڑ دینا، اور یہ کہ الٰہِ واحد کے سوا کسی کو پکارا نہ جائے، نہ اس کے سوا کسی سے مدد طلب کی جائے، نہ اُس کی شریعت کے سوا کسی خود ساختہ شریعت کو حَکم وفیصل قرار دیا جائے، نہ اللہ کے سوا کسی کے لیئے نماز پڑھی جائے اور نہ ہی اُس کے سوا کسی کے نام کی نذر مانی جائے، ایسے ہی عبادت کی کوئی بھی قسم اللہ کے سوا کسی دوسرے کے لیئے نہ بجالائے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے لوگوں پر یہ بھی واضح فرمایا کہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اور اس سلسلہ میں نازل شدہ قرآنی آیات بھی لوگوں کو سنائیں، مثلاً ارشادِ الٰہی ہے:

﴿يَـٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ٥﴾ (سورة البقره:٢١)

”اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا فرمایا تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔“

﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ﴾ (سورة بني اسرآئيل:٢٣)

”اور آپ کے رب نے فیصلہ کردیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی دوسرے کی عبادت مت کرو۔“

﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ٥﴾ (سورة الفاتحه:٥)

”ہم تیری ہی عبادت کرتے اور صرف تجھی سے مدد طلب کرتے ہیں۔“

﴿فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا٥﴾ (سورة الجنّ:١٨)

”اللہ کے سوا کسی دوسرے کو مت پکارو۔“

﴿قُلْ اِنَّ صَلٰوتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥

لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ۝﴾

(سورة الانعام:١٦٢-١٦٣)

''کہہ دیجیئے کہ میری نماز، دیگر عبادتیں اور موت وحیات اللہ رب العالمین کے لیئے ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں پہلا مسلمان ہوں۔''

راہِ دعوت وتبلیغ میں پہنچنے والی ایذاؤں پر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے صبرِ عظیم کا مظاہرہ کیا، اور اللہ کی راہ میں شدید وطویل جہاد کیا، اللہ تعالیٰ اُن سب سے راضی ہو اور انہیں راضی کرے۔

دعوتِ الیٰ اللہ

دورِ تابعین وتبع تابعین میں

اس میدانِ دعوت وارشاد میں پیغمبرِ اسلام ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقشِ قدم پر ہی عرب وغیرعرب سے آئمّۂ ہدایت، تابعین اور تبع تابعین بھی چلے۔ دعوت وتبلیغ کی ذمہ داری انہوں نے اٹھالی۔ اس بارِ امانت کو اٹھانے کے بعد انہوں نے اس کی ادائیگی کا حق ادا کردیا۔ جہاد فی سبیل اللہ میں صدق وصبر اور اخلاص کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہر اُس شخص سے قتال کیا جو اللہ کے دین سے مرتد ہوگیا اور لوگوں کو بھی اس کی راہ اور جادہ حق سے روکا۔ اور وہ ذمّی جن پر اسلام نے جزیہ فرض کیا انہوں نے جب وہ ادا نہ کیا تو ان سے بھی جنگ وجہاد کیا۔ وہ رسولُ اللہ ﷺ کے بعد حاملینِ دعوت اور آئمّۂ ہدایت تھے۔ تابعین وتبع تابعین اور تمام آئمّۂ ہدایت اس راہ پر گامزن رہے، جیسا کہ گذشتہ سطور میں مذکور ہوا ہے۔ صبر آزما مرحلوں سے حوصلہ وہمّت کے ساتھ گذرتے گئے، حتّٰی کہ اللہ کا دین پھیلتا چلا گیا اور اسکا

کلمہ بلند سے بلند تر ہوتا گیا۔ یہ کام صحابہ کرام رضی اللہ عنہ، اُن کے اہلِ علم و ایمان اور عرب وعجم کے تابعینِ عظام کے ہاتھوں ہوا جن میں سے کوئی تو اس جزیرۂ عرب کے شمال سے تھا تو کوئی اس کے جنوب سے۔ اس جزیرۂ عرب کے علاوہ پورے عالم کے کونے کونے سے وہ تمام لوگ اس کام میں شامل ہوئے جن کی قسمت میں اللہ نے یہ سعادت لکھی ہوئی تھی۔ وہ تمام صاحبِ سعادت اور بیدار بخت لوگ اللہ کے دین میں داخل ہوئے، دعوت وارشاد کے کام میں شریک ہوئے، انہوں نے جہاد کیا، اور اس راہ میں پیش آنے والی شدتوں اور بلاء خیز مصائب پر صبر کیا۔ اُن کے صبر وہمت، ایمان وایقان اور جہاد فی سبیل اللہ کی بدولت پوری دنیا کی سیادت وقیادت نے ان کے قدم چومے۔ انکے حق میں بنی اسرآئیل کے بارے میں مذکور یہ ارشادِ حقیقت بنیاد صادق آیا:

﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ آئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ﴾ (سورۃ السجدہ: ۲۴)

''اور ہم نے اُن میں سے پیشوا بنائے، وہ ہمارے حکم کے ساتھ ہدایت کرتے تھے۔ جب وہ صبر کرتے تھے۔ اور وہ ہماری نشانیوں پر یقین رکھتے تھے۔''

یہ آیت اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے نقشِ قدم پر چلنے والے لوگوں پر صادق آتی ہے۔ وہ سب آئمہ وہادیانِ دین اور داعیانِ حق بن گئے اور ایسے اکابرین کی شکل میں دنیا کے سامنے آئے کہ ان کے صبر ویقین کی وجہ سے ان کی اقتداء واطاعت کی جاتی ہے، بلاشبہ صبر ویقین کی بدولت آپ بھی دین میں امامت و پیشوائی کے بلند مرتبہ پر فائز ہو سکتے ہیں۔ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہ اور موجودہ دور تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پُر خلوص اطاعت کرنے والے لوگ آئمہ وپیشوا، ہادی ورہنما اور راہِ حق کے قائد ہیں۔ اِس سے ہر جویائے علم پر

یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ دعوت الیٰ اللہ نہایت اہم کام ہے اور امتِ اسلامیہ ہر زمانہ اور ہر مقام پر اسکی محتاج ہے، بلکہ بلا تخصیصِ زمان ومکان اُسے دعوت کی شدید ضرورت ہے۔

دعوت الیٰ اللہ کے اجزاء

دعوتِ الی اللہ عزّ وجل سے متعلقہ کلام کو درجِ ذیل امور میں تقسیم کرکے بیان کیا جاسکتا ہے۔

❶ دعوت الیٰ اللہ کی شرعی حیثیّت۔

❷ دعوت الیٰ اللہ کی فضیلت۔

❸ دعوت کی کیفیتِ ادا اور اسکا اسلوب۔

❹ اس امر کا بیان جس کی طرف دعوت دی جائے۔

❺ مطلوب ومقصودِ دعوت۔

❻ اُن صفات واخلاق کا بیان جن سے متّصف ہونا ایک داعی کے لیئے ازبس ضروری ہے۔

اب ہم اللہ سے مدد طلب کرتے ہوئے اور اُسی پر بھروسہ کرکے اِن چاروں امور کی تفصیل بیان کرتے ہیں جب کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہی معین ومددگار ہے اور اپنے بندوں کو توفیق بخشنے والا ہے۔

① دعوت الیٰ اللہ کی شرعی حیثیّت

عملِ دعوت وارشاد کے حکم اور اس کی شرعی حیثّیت پر کتاب وسنت کے دلائل شاہد ہیں کہ یہ ایک واجب اور نہایت اہم فرائض میں سے ہے۔ اِس بات کے دلائل بکثرت ہیں جن میں سے ہی ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَلۡتَكُنۡ مِّنۡكُمۡ اُمَّةٌ يَّدۡعُوۡنَ اِلَى الۡخَيۡرِ وَيَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ﴾

(سورة آل عمران:۱۰۴)

''تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جو بھلائی کی طرف دعوت دے اور اچھے کاموں کا حکم کرے اور برے کاموں سے روکے اور وہی کامیابی پانے والے ہیں۔''

اور ارشادِ ربّانی ہے:

﴿اُدۡعُ اِلٰى سَبِيۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ﴾ (سورة النحل:۱۲۵)

''راہِ حق کی طرف حکمت اور نیک نصیحت کے ساتھ دعوت دو اور بہتر چیز کے ساتھ اُن سے جھگڑا (مناظرہ) کرو۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَادۡعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ﴾

(سورة القصص:۸۷)

''اپنے رب کی طرف دعوت دو اور مشرکین میں سے مت ہو۔''

اُن دلائل میں سے ہی یہ فرمانِ رب العزت بھی ہے:

﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ﴾
(سورة يوسف:١٠٨)

''کہہ دیجیئے کہ یہ میری راہ ہے، میں اور میری اتّباع کرنے والے علیٰ وجہِ البصیرت اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اتّباع واطاعت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو دعوت الیٰ اللہ کے میدان میں مصروف عمل ہیں اور وہی اصحابِ بصیرت بھی ہیں۔ یہ بات معروف ہے کہ ہم سب پر واجب ہے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کی اتّباع کریں اور آپ ﷺ ہی کے طریقہ پر چلیں۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾ (سورة الاحزاب:٢١)

''رسول اللہ (ﷺ) میں تمہارے لیئے بہترین نمونہ ہے، اُس شخص کے لیئے کہ جو اللہ اور یومِ قیامت کی امید رکھتا ہے۔''

علماءِ کرام نے صراحت فرمائی ہے کہ وہ ممالک جہاں دعاۃ ومبلّغین کام کر رہے ہوں، اُن ممالک میں تو عملِ دعوت الیٰ اللہ عزّ وجلّ فرضِ کفایہ ہے۔ بلاشبہ ہر ملک اور ہر خطّۂ ارض دعوت وارشاد کی سرگرمیوں کا محتاج ہے۔ اور جب وہاں کافی حد تک دعاۃ موجود ہوں تو باقی لوگوں سے یہ فرض تو ساقط ہو جاتا ہے، البتہ ان کے لیئے دعوت کے میدان میں کام کرنا سنّتِ مؤکّدہ اور بہت بڑے عملِ صالح کا درجہ اختیار کر جاتا ہے۔

اگر کسی ملک یا مخصوص علاقے میں صحیح طور پر دعوت کا کام جاری نہ ہو اور گناہ عام ہونے لگیں تو وہاں ہر انسان کا فرض ہے کہ بقدرِ امکان اور حسبِ استطاعت تبلیغ ودعوت کے کام میں حصہ لے۔ عام ممالک میں یہ چیز اشدّ ضروری ہے کہ وہاں ایک ایسی جماعت ہو جسکا فرضِ

منصبی آباد علاقوں میں لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دینا ہو، وہ ہر ممکن طریقے سے لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچائیں، اور اس کے احکام کی وضاحت کریں۔ خود رسولُ اللہ ﷺ نے بادشاہوں اور مختلف قبائل کے سرداروں کی طرف قاصدین ودعاۃ بھیجے اور انہیں دعوتی وتبلیغی خط لکھے، جن میں ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا گیا تھا۔

ہمارے موجودہ دور میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے دعوت کے کام کو انتہائی آسان فرمادیا ہے اور بکثرت ایسے نئے نئے طریقے ایجاد ہو چکے ہیں، جو پہلے موجود نہ تھے۔ دعوت الیٰ اللہ کے امور، آج مختلف جدید طریقے ایجاد ہو جانے کی وجہ سے نہایت آسان ہو چکے ہیں، اور لوگوں پر حجّت قائم کرنے کے لیۓ طرح طرح کے ذرائع ابلاغ اور اور وسائل مثلاً ٹیلیویژن، ریڈیو، اخبارات ورسائل اور دیگر مختلف انداز (سیٹلائیٹ چینلز اور انٹرنیٹ وغیرہ) ممکن ہیں، لہٰذا اہلِ علم، اصحابِ ایمان اور خلفاء ووارثانِ مسندِ رسول ﷺ پر واجب ہے کہ وہ شانہ بشانہ ہو کر اس فریضہ کو ادا کریں۔ اللہ کے بندوں کو اللہ کا پیغام پہنچائیں، اللہ کی طرف دعوت دینے کے معاملہ میں کسی لَـومة لائم سے نہ ڈریں اور اس سلسلہ میں کسی بڑے وچھوٹے اور امیر وغریب کی پرواہ نہ کریں بلکہ اللہ کے پیغام کو اُسی طرح اُس کے بندوں تک پہنچائیں جس طرح اللہ نے نازل ومشروع کیا ہے۔

جب آپ کسی ایسے مقام پر رہائش پذیر ہیں جہاں دعوت وتبلیغ کا میدان بالکل خالی پڑا ہے، کوئی ایک شخص بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمّہ داری پوری نہیں کر رہا تو وہاں پر آپ کے حق میں یہ کام کرنا فرضِ عین ہے۔ اور اگر آپ کسی ایسے علاقے میں ہیں جہاں آپ کے سوا کوئی شخص موجود نہیں جس میں اتنی قوت وسکت ہو کہ یہ کام سرانجام دے سکے اور شریعتِ الٰہیّہ کی تبلیغ کر سکے تو آپ پر واجب ہے کہ اس ذمہ داری کو خود اٹھائیں۔ ہاں اگر کوئی ایسا شخص موجود ہو جو دعوت وتبلیغ اور امر ونہی کے کام کو نباہ رہا ہو تو ایسے وقت میں آپ کے لیۓ یہ عملِ

دعوت وتبلیغ سنّت کے درجہ تک رہ جائے گا۔ اگر آپ پھر بھی اس کام کو گرم جوشی، شوق وذوق اور بھرپور توجہ کے ساتھ سرانجام دیتے ہیں تو آپ کا شمار بھلائیوں میں جوش وجذبہ کے ساتھ حصّہ لینے اور اطاعت میں سبقت کرنے والوں میں ہوگا۔

دعوت کے فرضِ کفایہ ہونے کی دلیل وحجت اس ارشادِ الٰہی سے لی گئی ہے۔

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝﴾

(سورة آل عمران: ۱۰۴)

''تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جو بھلائی کی طرف دعوت دے، اچھے کاموں کا حکم کرے، اور برے کاموں سے روکے، اور وہی کامیابی پانے والے ہیں۔''

حافظ ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر کے دوران جو بحث کی ہے وہ کچھ یوں ہے:

''آپ میں سے ایک ایسا گروہ ہونا چاہیئے جو اس امرِ عظیم ''دعوت وتبلیغ'' کو اپنا نصب العین بنائے، لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے، اُس کے دین کو پھیلائے اور اللہ تعالیٰ کی شریعت کی تبلیغ کرے۔ اگرچہ کہ یہ کام اُمت کے ہر شخص کے حسبِ حال اُس پر واجب ہے۔''[۲]

یہ بات بھی معروف ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو دعوت دی اور مکہ مکرّمہ میں اس کام کو حسبِ ہمّت واستطاعت سرانجام دیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی حتی المقدور محنت کی۔ پھر جب انہوں نے ہجرت کی تو پہلے کی نسبت زیادہ گرمجوشی اور لگن سے دعوت وتبلیغ میں مصروف ہوگئے۔ اور جب رسولِ اکرم ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ

---

[۲] تفسیر ابن کثیر ۱/ ۳۳۵ دار القلم بیروت

علیہم اجمعین مختلف ممالک میں پھیلے تو انہوں نے حسبِ طاقت اور بقدر علم اس عملِ دعوت کو جاری رکھا۔

جب داعیانِ الیٰ اللہ کی کمی، برائیوں کی کثرت اور جہالت کا زور ہو جیسا کہ موجودہ دور کی حالت ہے تو دعوت کا کام ہر ایک پر بقدرِ استطاعت فرض ہے۔

جب مقام ایسا ہو مثلاً شہر یا قبضہ وغیرہ ہے اور وہاں ایسے اشخاص موجود ہوں اور دعوت وتبلیغ کی ذمہ داری نبھار ہے ہوں اور کافی حد تک اس کام میں مصروف ہوں تو ان کے علاوہ دیگر عوام پر یہ کام سنّت کی حد تک رہ جاتا ہے۔ کیونکہ دوسرے کے ہاتھوں حجت قائم اور اللہ کا حکم و دین نافذ ہو چکا ہے۔ لیکن اللہ کی باقی ماندہ زمین اور بقیّہ لوگوں کی نسبت علماء اُمّت ذمہ دار افراد اور رؤساء وحکّام پر حسبِ ہمّت وطاقت واجب ہے کہ وہ بھی اللہ کے دین کی تبلیغ واشاعت میں اپنی توانائیوں کو بروے کار لائیں کیونکہ طاقت وقدرت کی حد تک یہ تبلیغ ان پر فرضِ عین ہے۔

ان سطورِ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ دعوت کا فرضِ عین اور فرضِ کفایہ ہونا ایک نسبتی امر ہے جو مختلف نسبتوں کی وجہ سے مختلف ہو جاتا ہے۔ پس اقوام واشخاص کی نسبت سے دعوت کا کام ان کا فرضِ عین ہے۔ اور اشخاص واقوام کی نسبت سے ہی ان کے لیئے اس وقت سنّت ہے جب ان کے مقام وعلاقہ میں کوئی ایسا شخص موجود ہو جو اس فریضہ کی ادائیگی میں ہمہ تن مصروف ہو، تو وہ اُن سے کفایت کر گیا۔

حکّام اور وسیع قدرت واستطاعت رکھنے والے افراد (افسران) پر یہ زیادہ واجب ہے اور ان کا رفرض ہے کہ وہ دینِ الٰہی کی تبلیغ کریں اور دعوت کے دائرہ کو حسب الامکان ہر اُس علاقے اور ملک تک وسیع کریں جہاں تک انکا اثر ورسوخ اور بس چلتا ہے۔ اِس کے لیئے وہ ہر ممکن طریقہ اختیار کریں اور لوگ جتنی بھی زندہ زبانیں بولتے ہیں ان سب کو استعمال میں

لائیں۔ اُن پر واجب ہے کہ وہ ان تمام زبانوں میں اللہ کے احکام کی تبلیغ کریں یہاں تک کہ اللہ کا دین ہر ایک تک اس کی اپنی زبان میں پہنچ جائے، اُس کی زبان عربی ہو یا کوئی دوسری۔

یہ کام آج بکثرت طریقوں سے ممکن ہو چکا ہے جن کا ذکر گزر گیا ہے مثلاً ٹیلیویژن، ریڈیو، صحافت اور دیگر ذرائع ابلاغ ونشریاتی وسائل جو آج میسّر ہیں مگر گذشتہ زمانے میں موجود ہی نہ تھے۔

ایسے ہی واعظین اور خطباء پر واجب ہے کہ کانفرنسوں، جلسوں، جمعہ کے خطبات اور تمام اجتماعات میں حسبِ استطاعت اللہ کے دین کی تبلیغ کریں۔ طاقت وعلم کے مطابق دینِ الٰہی کی نشریات واشاعت کا اہتمام کریں۔ تباہ کن اور مخرّبِ اَخلاق اشیاء کے افشاء، الحاد ولادینیت، ربِّ کائنات اور رسالت کے انکار اور اکثر ممالک میں کرسچن مشنری کے انتشار اور دیگر گمراہ کن دعوتوں یا تحریکوں کے پیشِ نظر موجودہ دور میں دعوت الیٰ اللہ عزّ وجلّ اور تبلیغِ دین عام لوگوں پر فرض اور تمام علماء اور دیندار حکّام پر واجب ہو چکی ہے۔

ان سب کا فرض ہے کہ وہ بقدرِ ہمت اور حسبِ امکان کتابت ومضمون نگاری اور خطابت ومقالہ نویسی سے اللہ کے دین کی تبلیغ کریں، ریڈیو اور دیگر دستیاب وسائل وذرائع کو بروئے کار لائیں۔ اِس فریضہ سے پہلوتہی نہ کریں اور نہ ہی **زید وبکر** کے بھروسے پر ہاتھوں پہ ہاتھ رکھے بیٹھے رہیں۔

کسی بھی گزشتہ زمانے کی نسبت موجودہ دور میں اس عظیم فریضہ اور ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کے لیئے باہمی تعاون واشتراک اور شانہ بشانہ چلنے کی اشدّ ضرورت ہے۔ کیونکہ اللہ کے دشمنوں نے اتحاد واتفاق اور ہر وسیلہ وطریقہ سے باہمی تعاون کے ذریعے لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکنے اور اس کے دین میں شکوک وشبہات پیدا کرنے شروع کر رکھے ہیں، اور لوگوں کو ایسے امور کی طرف دعوت دے رہے ہیں جو انہیں اللہ کے دین سے نکال دیں۔ لہٰذا تمام اہلِ

اسلام پر واجب ہے کہ وہ ان گمراہ کن اور ملحدانہ سرگرمیوں کا مقابلہ کرنے کے لیئے اسلامی اخلاق ونظریات پھیلانے اور اسلامی دعوت کو ہر طبقۂ زندگی اور شعبۂ حیات میں عام کرنے کے لیئے بھرپور جوش وجذبہ سے اٹھ کھڑے ہوں۔تمام ذرائع ابلاغ ونشریاتی وسائل اور ہر ممکن طریقہ سے کام لیں۔دعوت الیٰ اللہ کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جو فرض عائد کیا ہے اُس کی ادائیگی کی یہی ایک شکل ہے۔

② دعوتِ الیٰ اللہ کی فضیلت

دعوت اور دعاۃ کی فضیلت کے بارے میں بیشمار آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی ﷺ وارد ہوئی ہیں۔اِسی طرح نبی اکرم ﷺ کی طرف سے داعی بھیجے جانے کے متعلق بھی بکثرت احادیث موجود ہیں جو اہلِ علم سے مخفی نہیں ہیں۔قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحاً وَقَالَ اِنَّنِىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ (سورۃ حمۤ السجدہ:۳۳)

''اُس شخص سے بات میں بہتر کون ہے جو اللہ کی طرف دعوت دیتا اور اچھے عمل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔''

اس آیتِ کریمہ میں مبلّغوں اور داعیوں کی تعریف و تعظیم اور قدر و منزلت بیان کی گئی ہے کہ اُن سے بڑھ کر اچھا کون ہے؟ جبکہ اُن کے سر برآوردہ لوگ انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔پھر اُن کے بعد انہی کی راہ پر چلنے والے علماءِ کرام ہیں جو حسبِ علم و فضل اور دعوت میں حصّہ لینے کے اعتبار سے مختلف درجات ومراتب کے حامل ہیں۔

اے اللہ کے بندے! آپ کے لیئے یہی شرف کیا کم ہے کہ آپ بھی رسولوں کے نقشِ

قدم پر چلنے والے اور اُس آیتِ کریمہ کے مصداق بن جائیں جس میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحاً وَقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ (سورة حمٓ السجده: ٣٣)

''اُس شخص سے بات میں بہتر کون ہے جو اللہ کی طرف دعوت دیتا اور اچھے عمل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔''

اِس کا مطلب یہ ہے کہ اُس مبلّغ و داعی سے بہتر کوئی شخص بھی نہیں ہے کیونکہ وہ اللہ کی طرف دعوت دیتا اور لوگوں کی راہنمائی کرتا ہے اور جس چیز کی طرف وہ دعوت دیتا ہے، اُس پر خود عمل کر کے بھی دکھلاتا ہے، یعنی اُس نے حق کی طرف دعوت دی اور خود اُس پر عمل کیا۔ باطل کو بُرا بھلا کہا اور خود اُس سے حذر و احتیاط برتی، اُسے چھوڑ دیا اور ساتھ ہی اُس نے یہ بھی صراحت کر دی کہ وہ جس چیز پر عمل پیرا ہے اس پر نادم نہیں ہے بلکہ اپنے اُوپر اللہ کی یہ نعمت ہونے پر رشک و فرحت کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

﴿اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْن﴾

''کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔''

وہ اُس آدمی کی طرح نہیں جو اِسے اپنے لیئے ننگ و عار سمجھ کر ہٹ جاتا ہے اور اُسے یہ اچھا نہیں لگتا کہ کوئی اُسے مسلمان کہے، یا یہ کہ وہ فلاں آدمی کی خوشامد اور فلاں شخص سے تعلّق بڑھانے کی خاطر اسلام کی طرف دعوت دیتا ہے۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۔۔ بلکہ وہ مؤمن، داعی الی اللہ اور قوّیُ الایمان ہوتا ہے۔ علیٰ وجہ البصیرت اللہ کے احکام کی اطاعت کرتا ہے، حقوق اللہ کی وضاحت و صراحت کرتا اور دعوت الی اللہ کے کام میں پوری سرگرمی سے کام لیتا ہے۔ جس بات کی طرف دعوت دیتا ہے، اُس پر عمل کرنے والا اور جس بات سے روکتا ہے خود اس سے انتہائی دور رہنے والا ہو جاتا ہے۔ اِس کے باوجود وہ بلند بانگ اعلان کرتا ہے کہ وہ مسلمان ہے

اور اسلام کی طرف دعوت دیتا ہے، اِس پر رشک کرتا اور شاداں وفرحاں ہوتا ہے۔
جیسا کہ ارشادِ ربّانی ہے:

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا وَهُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾ (سورۃ یونس:۵۸)

''کہہ دیجیئے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے، پس چاہیئے کہ وہ اِسی کے ساتھ خوش ہوں، اور وہ ہر اُس چیز سے بہتر ہے جسے تم جمع کر کے رکھتے ہو۔''

اللہ کی رحمت پر فرحت کا احساس، فرحتِ رشک اور فرحتِ سرُور ہے اور یہ جائز ومشروع ہے، البتہ ممنوع فرحت وہ ہے جو کِبر ونخوت اور غرور وتکبّر کے ساتھ ہو۔ یہ قطعاً ممنوع ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قارون کے قصّہ میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿لَاتَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ﴾ (سورۃ القصص:۷۶)

''مت خوش ہو، بے شک اللہ تعالیٰ زیادہ خوش ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

یہ لوگوں کے ساتھ تکبّر وتعلّی اور ان پر اپنی عظمت ورفعت جمانے کی فرحت وخوشی ہے اور یہی وہ خوشی ہے جس سے روکا گیا ہے۔ مگر فرحتِ رشک اور اللہ کے دین پر کیف وسرُور کی فرحت، ہدایتِ الٰہی پر فرحت اظہار کرنا اور خوشی منانا مشروع، لائقِ ستائش اور مستحقِ تعریف ہے۔

یہ آیت: ﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً﴾ دعوت وتبلیغ کی فضیلت پر دلالت کرنے والی آیات میں سے واضح ترین آیت ہے جو یہ بتاتی ہے کہ دعوت الیٰ اللہ قربِ الٰہی کے حصول کے لیئے اہم ترین عمل اور افضل ترین اطاعت ہے، اور دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والے لوگ عزت

وشرف کی انتہائی بلندیوں اور رفعتوں کو پہنچے ہوئے ہوتے ہیں۔ اوران سب کے سر برآوردہ اور کامل ترین شخص خاتم النبیّین، امام الانبیاء اور سیّد الرسل ہمارے پیغمبر حضرت محمدِ مصطفیٰ ﷺ ہیں۔

دعوت الی اللہ کی فضیلت کے متعلق ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ هَـٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُوا إِلَى اللَّـهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي﴾ (سورة يوسف: ١٠٨)

”کہہ دیجیئے کہ میری راہ یہ ہے کہ میں اور میری اتّباع کرنے والے ہم علیٰ وجہِ البصیرت اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔“

اس آیت میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ رسول ﷺ بصیرت کے ساتھ دعوت دیتے ہیں۔ اور ایسے ہی آپ ﷺ کے نقشِ قدم پر چلنے والے بھی علیٰ وجہِ البصیرت دعوت دیتے ہیں۔ اس میں بھی دعوت کی فضیلت بتائی گئی ہے، اور یہ بتایا گیا ہے کہ رسولُ اللہ ﷺ کے نقشِ پا پر چلنے والے بھی علیٰ وجہِ البصیرت دعوت دیتے ہیں۔ اور یہ بتایا گیا ہے کہ رسولُ اللہ ﷺ کے نقشِ پا پر چلنے والے بھی صاحبِ بصیرت ہوتے ہیں۔ اور ”بصیرت“ وہ علم ہے جو ان تمام امور پر حاوی ہے جن کی طرف وہ دعوت دیتا یا جن سے وہ روکتا ہے۔ اِس سے بھی دعاۃ ووعّاظ کی فضیلت اور عزت وشرف کا پتہ چلتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا ہے:

((مَنْ دَلَّ عَلٰى خَيْرٍ فَلَهٗ مِثْلَ اَجرِفَاعِلِهٖ)) [3]

”بھلائی کی طرف دعوت دینے والے کے لیئے بھی اس پر عمل کرنے

---

[3] ابوداؤد، ترمذی، مسند احمد، صحیح الجامع للالبانی ٢/١٠٧١، مشکوٰۃ بتحقیق الباني: ٢٠٩

والے جیسا اجر و ثواب ہے۔''

ایک اور ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((مَنْ دَعَا اِلٰی هُدیً كَانَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا يُنْقِصُ ذَالِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا وَمَنْ دَعَا اِلٰی ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلَ آثَامِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا يُنْقِصُ ذَالِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئاً)) ؎۴

''جس نے ہدایت کی طرف دعوت دی، اس کے لیۓ بھی اتنا ہی ثواب ہے جتنا اس پر عمل پیرا ہونے والوں کا ہے۔ یہ ان کے اجر میں سے کوئی کمی نہیں کرے گا اور جس نے گمراہی کی طرف دعوت دی، اُسے اتنا ہی گناہ ہوگا جتنا اس پر عمل کرنے والوں کا ہے۔ اور یہ ان کے گناہ سے بھی کوئی کمی نہیں کرے گا۔''

یہ حدیث بھی دعوت الیٰ اللہ عزّ وجلّ کی فضیلت پر دلالت کرنے والی ہے اور رسولُ اللہ ﷺ کی صحیح حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوکر فرمایا:

((فَوَاللّٰهِ لَاَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلاً وَّاحِدً خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ لَكَ حُمُرُ النَعَمِ)) ؎۵

''اللہ کی قسم اگر اللہ تیرے ذریعے کسی ایک آدمی کو بھی ہدایت بخش دے تو یہ تیرے لیۓ سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے۔''

یہ حدیث بھی دعوت و تبلیغ کی فضیلت بتاتی اور اُس عظیم بھلائی کا پتہ دیتی ہے جو اس پر

؎۴ مختصر صحیح مسلم: ۱۸۶۰، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، صحیح الجامع ۲/۱۰۷۱، الصحیحہ للالبانی: ۸۶۵

؎۵ متّفق علیہ وابوداؤد، مسنداحمد. صحیح الجامع: ۱/۲،۳۱۶/۱۱۹۳

عمل پیرا ہونے میں ہے کہ داعی و مبلّغ کو بھی اتنا ہی اجر دیا جائے گا جتنا کہ اس کے ہاتھوں ہدایت پانے والوں کو ملے گا، چاہے وہ کروڑوں کی تعداد میں ہی کیوں نہ ہوں۔

اے مبلّغ و داعی! تجھے بھی اُن سب کے اجر جتنا ہی اجر و ثواب ملے گا۔

اے داعی الی اللہ! تجھے یہ خیرِ کثیر اور اجرِ عظیم مبارک ہو۔

اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو آپ ﷺ کے تمام پیروؤں کے اجر کے برابر اجر ملے گا۔ **سُبْحَانَ اللّٰهِ** ۔۔۔ یہ کس قدر عظیم نعمت ہے کہ ہمارے نبی ﷺ قیامت تک آنے والے اپنے تمام متّبعین کے اجر و ثواب جتنا بدلہ دیئے جائینگے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے ان تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا اور بھلائی کی طرف اُن کی راہنمائی کی۔ آپ ﷺ پر لاکھوں درود و سلام ہوں۔

اسی طرح ہی دیگر تمام انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی اپنے پیروؤں کے اجر و ثواب جتنا بدلہ دیئے جائیں گے۔

اور اے داعی! ایسے ہی ہر زمانہ میں تمہیں بھی تمہاری شوخیٔ نقشِ پا پر چلنے والوں اور تمہاری دعوت کو قبول کرنے والوں کے اجر و ثواب جتنا بدلہ ملے گا۔ لہٰذا اس خیرِ عظیم کو غنیمت سمجھو اور دعوت و تبلیغ کے لیئے بلا تاخیر کمر بستہ ہو جاؤ۔

③ دعوتِ الیٰ اللہ کی کیفیّتِ ادا اور اسکا اسلوب

دعوت و تبلیغ کی کیفیّت اور اسکا اسلوب کیا ہو؟ اس بات کی وضاحت اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں فرمائی ہے اور اُس کے نبی ﷺ کی سنّت میں بھی اس کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں واضح ترین نص اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادِ گرامی ہے:

﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ

بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ﴾ (سورة النحل:۱۲۵)

''اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور نیک نصیحت کے ساتھ دعوت دیں اور ان کے ساتھ اچھی بات سے جھگڑا مجادلہ (مناظرہ) کریں۔''

اِس آیت میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے وہ کیفیت بیان فرمادی ہے کہ جس سے ہر داعی متّصف اور جس پر ہر مبلّغ عمل پیرا ہو سب سے پہلے وہ حکمت ودانائی کے ساتھ دعوت وتبلیغ کا آغاز کرے۔اور''حکمت'' سے مراد مخاطب کے ذہن کو اپیل اور اسے قائل کرنے والے روشن دلائل ہیں جو حق کو واضح کرنے والے اور باطل شکن ہوں۔یہی وجہ ہے کہ بعض مفسِّرین نے ''**بالحکمة**'' کا معنیٰ **بالقرآن** کیا ہے۔کیونکہ قرآنِ پاک عظیم حکمت ودانائی کا منبع وسرچشمہ ہے کہ اس میں کامل ترین شکل میں حق کا بیان اور اس کی وضاحت موجود ہے۔اور بعض مفسِّرینِ کرام نے''**بالحکمة**'' کا معنیٰ **بِالْاَدِلَّةِ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ** یعنی قرآن وسنّت کے دلائل کے ساتھ کیا ہے۔

بہرحال''حکمت''ایک عظیم کلمہ ہے جسکا معنیٰ''علم وبصیرت کے بل بوتے پر واضح ومُسکت اور کاشفِ حق دلائل کے ساتھ دعوت الیٰ اللہ کا منصب ادا کرنا'' ہے۔اور یہ ایک مشترک کلمہ ہے جس کے متعدد وبکثرت معانی ہیں اسکا اطلاق نبوّت ،علم ودانش،تفقّہ فی الدّین،عقل وخرد،ورع وتقویٰ اور دیگر کئی اشیاء پر ہوتا ہے۔

بقول امام شوکانی رحمہٗ اللہ تعالیٰ''حکمت'' دراصل وہ امر ہے جو سفاہت وبیوقوفی سے روکتا ہے اور اسی کا نام ہے حکمت۔لہٰذا حکمت کا معنیٰ یہ بنا کہ''ہر وہ کلمہ اور ہر وہ بات جو تجھے بیوقوفی ونادانی سے روک دے اور باطل سے باز رکھے،ایسے ہی ہر واضح ،صریح اور صحیح بات فی نفسہٖ حکمت ہے۔پس قرآنی آیات اس بات کی سب سے زیادہ مستحق ہیں کہ انہیں حکمت کا نام دیا جائے اور کتاب اللہ کے بعد صحیح سنّت (احادیثِ صحیحہ) بھی حکمت کے نام سے موسوم ہونے

کی سب سے زیادہ حقدار ہیں۔سنّت کو خود اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم کتاب قرآنِ پاک میں حکمت کا نام دیا ہے۔جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (سورۃ البقرہ:۱۵۱)

''اور وہ (نبی ﷺ) انہیں کتابِ الٰہی اور حکمت سکھلاتے ہیں۔''

یہاں **الحکمۃ** کا معنیٰ سنّت ہے۔اور اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْراً﴾ (سورۃ البقرہ:۲۶۹)

''اور وہ (اللہ) جسے چاہتا ہے حکمت سے سرفراز کرتا ہے اور جس شخص کو حکمت عطا کی گئی وہ خیرِ کثیر دیا گیا۔''

واضح اور روشن دلائل بھی ''حکمت'' کے نام سے موسوم ہونگے اور حق کو ظاہر کرنے والے واضح کلام کو بھی ''حکمت'' کا نام دیا جاتا ہے۔جیسا کہ سابقہ سطور میں گزر چکا ہے۔

اور اسی سے ہی ''**الحکمۃ**'' حا اور کاف مفتوح یعنی لگام ہے جو گھوڑے کے منہ میں ہوتی ہے۔اسے حکمہ کا نام اس لیئے دیا گیا ہے کہ گھوڑ سوار جب اس لگام کو کھینچتا ہے تو وہ گھوڑے کو پیہم چلتے رہنے سے روک دیتی ہے تو گویا حِکمت ایک ایسا کلمہ ہے کہ جو شخص اسے سن لے وہ اسے روِشِ باطل پر چلتے رہنے سے روک دیتا ہے،حق کو اخذ کرنے،اُس سے اثر پذیر ہونے اور اللہ عزّ وجلّ کی مقرر کردہ حدود کا پاس کرنے کی دعوت دیتا ہے۔داعی کو چاہیئے کہ وہ حکمت کیساتھ دعوت دے،اسی کے ساتھ آغاز کرے اور اسی کا اہتمام کیئے رہے۔

اگر مدعوّ ومخاطَب جفا کرے اور اُس کے پاس بعض اعتراضات بھی ہوں تو اُسے آیات واحادیث کے ''مواعظِ حسنہ'' کے ساتھ دعوت دیں،جن میں وعظ ونصیحت اور ترغیب ہو،اور اگر اس کے پاس کوئی شُبہ ہو تو اس کے ساتھ احسن طریقہ سے ''مجادلہ ومناظرہ'' کریں۔اُس

کے ساتھ سختی سے کام نہ لیں، بلکہ صبر کا دامن تھامے رکھیں، اور جلد بازی نہ کریں، نہ ہی تشدّد کو اپنائیں بلکہ عمدہ اسلوب کے ساتھ اسکا شُبہ زائل کرنے اور دلائل کو واضح کرنے کی کوشش کریں۔

اے داعی ومبلّغ!

اسی طرح آپ کو یہ بھی چاہیئے کہ صبر وتحمّل کا شیوہ اختیار کریں اور جبر وتشدّد کا رویہ نہ اپنائیں کیونکہ انتفاع بالحق کا یہ اقرب ترین ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ وہارون علیہما الصلوٰۃ والسلام کو فرعون کی طرف بھیجا تو اُنہیں حکم فرمایا کہ اُسے نرم بات کہیں، حالانکہ وہ سب سے بڑا باغی وسرکش تھا۔ حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا:

﴿فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّناً لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى﴾ (سورة طٰه:۴۴)

”اُسے نرم بات کہو شاید کہ وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈر جائے۔“

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد ﷺ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ﴾ (سورة آل عمران:۱۵۹)

”اے میرے پیغمبر! آپ اللہ کی رحمت سے ان کے لیئے نرم دل ہو گئے اور اگر آپ تُند خو اور سنگدل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے آس پاس سے دور بھاگ جاتے۔“

اِس سے معلوم ہوا کہ دعوت کا حکیمانہ اسلوب اور جادۂ مستقیم یہ ہے کہ داعی وواعظ، دعوت وتبلیغ میں صاحبِ حکمت اور اس کے اسلوب وانداز کے سلسلہ میں صاحبِ بصیرت ہو۔ عُجلت وجلد بازی سے کام نہ لے اور نہ ہی تشدّد وسختی کرے، بلکہ حکمت ودانائی سے، آیات

واحادیث میں سے واضح وحق رسابات، موعظۂ حسنہ اوراحسن جِدال ومناظرہ کے ساتھ دعوت دے۔یہی وہ اسلوب ہے جودعوت وارشاد کے لیۓ آپ کواختیار کرنا چاہیۓ۔

ناواقفیت کے ساتھ میدانِ دعوت میں کام کرنا فائدہ مندنہیں ہوتا بلکہ اُلٹامُضِرّ ہے۔ اس کاتفصیلی بیان اِن شآءاللہ داعی کےاوصاف کےذکرمیں آۓ گا کیونکہ دلائل کی عدم واقفیت کےساتھ دعوت دینا گویاعلم کےبغیراللہ پر بات تھوپنا ہے۔ایسے ہی جبروتشدّد کےساتھ دعوت دینے کا نقصان اورضرراس سےبھی فزوں تر ہے۔دعوت وتبلیغ کا وہی اسلوب اختیار کرنا واجب ومشروع ہے جواللہ تعالیٰ نے سورۃ النحل کی اُس آیت میں بیان فرمایا ہےجس میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ﴾ (سورة النحل:١٢٥)

”اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور نیک نصیحت کے ساتھ دعوت دیں اوران کےساتھ اچھی بات سے جھگڑا مجادلہ (مناظرہ) کریں۔“

ہاں اگر مدعومخالف کی طرف سے حقد وعناد اورظلم وزیادتی ظاہر ہوتو اس وقت مخاطَب پرسختی کرنے میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ﴾

(سورة التحریم:٩)

”اے نبی !(ﷺ) کفّار ومنافقین کے ساتھ جہاد کریں اور ان پرسختی کریں۔“

اورارشادِ ربّانی ہے:

﴿وَلَا تُجَادِلُوْا اَهْلَ الْكِتَابِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِیْنَ

ظَلَمُوْا مِنْهُمْ﴾ (سورۃ العنکبوت:۴۶)

''اور اہلِ کتاب کے ساتھ اچھی بات سے مجادلہ ومناظرہ کریں، سوائے اُن لوگوں کے جو اُن میں سے ظالم ہوں۔''

④ دعوت کس چیز کی طرف؟

وہ کیا چیز ہے کہ جس کی طرف دعوت دی جائے؟ وہ کونسا امر ہے جو دعاۃ ومبلّغین پر واجب ہے کہ اس کی لوگوں کے سامنے خوب خوب وضاحت کریں؟ جیسا کہ انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اُسے واضح فرمایا۔

وہ اللہ کی سیدھی راہ ''صراطِ مستقیم'' ہے۔ جو اللہ کا دینِ حق ہے، اور یہی محلِ دعوت وتبلیغ ہے جیسا کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ﴾ (سورۃ النحل:۱۲۵)

''اپنے رب کی راہ کی طرف دعوت دیں۔''

اللہ تعالیٰ کی سبیل اور راہ اسلام ہے۔ یہی صراطِ مستقیم اور یہی اللہ کا دین ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ اسی کی طرف دعوت دینا واجب ہے نہ کہ کسی کے مذہب یا رائے کی طرف، بلکہ صرف اللہ کے دین، اللہ کے صراطِ مستقیم کی طرف جو اللہ نے اپنے نبی وخلیل حضرت محمد ﷺ کو دے کر بھیجا۔ قرآنِ عظیم اور رسول اللہ ﷺ سے ثابت شدہ صحیح سنّت واحادیث اسی چیز پر دلالت کرتی ہیں۔

اِس دعوت میں سب سے پہلی اور سرے کی چیز صحیح عقیدہ، اخلاص لِلّٰہ، عبادت میں اللہ کی وحدانیّت، اُس کے رسولوں اور روزِ قیامت پر ایمان اور ہر اُس بات پر ایمان لانے کی دعوت دینا ہے جو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ نے بتائی ہے۔ یہی صراطِ مستقیم کی اساس وبنیاد

ہے اور یہی اللہ کی وحدانیّت ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔

اور اس کا مطلب، اللہ کی توحید، اخلاص وللّٰہیّت اور اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے کی طرف دعوت دینا ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رُسل نے سابقہ حالات، آئندہ واقعات، قیامت، آخری زمانہ اورقربِ قیامت کے متعلق جو جو خبر دی ہے، اُن سب امور پر ایمان لانے کی طرف دعوت دینا بھی اسی میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرائض نماز پڑھنا، زکوٰہ ادا کرنا، رمضان المبارک کے روزے رکھنا اور بیت اللہ شریف کی زیارت وحج کرنا وغیرہ بھی اِسی میں داخل ہے۔

جہاد فی سبیل اللہ، امر بالمعروف ونہی عن المنکر، طہارت، نماز، باہمی لین دین کے معاملات، نکاح، طلاق، قانونِ جُرم وسزا، نان ونفقہ، جنگ وامن اور وہ تمام امور جن کی انسان کو ضرورت پیش آتی رہتی ہے۔ ان سب میں احکامِ شریعت کو اختیار کرنے کی طرف دعوت دینا بھی اُسی کا جزء ہے۔

ایسے ہی داعی ومبلّغ اخلاقِ حسنہ اور اعمالِ صالحہ کی طرف دعوت دے، بداخلاقی اور بدعملی سے روکے، یہ ذمّہ داری نبھانا عبادت ہے اور قیادت بھی۔ میدانِ دعوت وتبلیغ میں کام کرنے والا شخص عابد ہوگا اور قائد بھی، یہ عمل عبادت ہے اور حکمت بھی، یوں وہ داعی ومبلّغ عابد وغازی اور روزہ دار ہوگا، اور شریعتِ الٰہیّہ کے احکام کی رو سے فیصلے کرنے اور اس کے احکام کو نافذ کرنے والا حاکم بھی ہوگا۔

یہ عملِ دعوت وارشاد عبادت ہے اور جہاد بھی۔ داعی ومبلّغ اللہ کی طرف دعوت دے، اور اللہ کے دین سے بغاوت وسرتابی کرنے والوں کے ساتھ جہاد بھی کرے۔ وہ حاملِ قرآن ہو اور شمشیر بکف بھی۔

قرآنِ پاک کے معنیٰ میں غور وفکر اور تامّل وتدبّر کرے اور اسکے احکام کو طاقت

وقوت کے ساتھ نافذ کرے اور اگر ضرورت پڑے تو بزورِ شمشیر بھی ان کا نفاذ عمل میں لائے۔دعوت و تبلیغ کا کام سیاست ہے اور معاشرت بھی۔ داعی و مبلّغ عمدہ اخلاق، ایمانی قوّت اور مسلمانوں کے باہمی اتحاد و اتفاق کی طرف دعوت دے۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِيۡعاً وَّلَا تَفَرَّقُوۡا﴾

(سورة آل عمران:١٠٣)

''اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھو اور افتراق و انتشار کا شکار مت ہو۔''

اللہ کا دین۔ اسلام۔ باہمی اتحاد و اتفاق اور ایسی صالح وحکیمانہ سیاست کا داعی ہے جو یکجہتی و یگانگت پیدا کرے نہ کہ تفرقہ وعداوت، جو لوگوں کو باہمی شِیر و شکر کرے نہ کہ متباعد و متنفّر اور جو صفاءِ قلبی و آئینہ دلی، اخوّتِ اسلامی کے احترام، بِرّ و بھلائی، تقویٰ و اچھائی پر تعاون اور بندگانِ اِلٰہ کے ساتھ بِرّ و بھلائی کی تعلیم دیتا ہے۔

داعی و مبلّغ، امانت کی ادائیگی، شرعی احکام کی رُو سے فیصلہ کرنے اور غیر منزّل مِنَ اللہ کے ساتھ فیصلہ نہ کرنے کی طرف دعوت دے۔ جیسا کہ اللہ عزّ وجل کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَأۡمُرُكُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوۡا الۡاَمَانَاتِ اِلٰى اَهۡلِهَا وَاِذَا حَكَمۡتُمۡ بَيۡنَ النَّاسِ اَنۡ تَحۡكُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ﴾ (سورة النسآء:٥٨)

''اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں کو پہنچا دو اور جب تم لوگوں میں کوئی فیصلہ کرو تو عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔''

دعوت وارشاد کا کام جسطرح سیادت وعبادت اور جہاد ہے، ویسے ہی یہ سیاسیات واقتصادیات بھی ہے۔

مرشد وواعظ کو چاہیئے کہ وہ شرعی اور متوسّط اقتصادی نظام کی طرف دعوت دے نہ کہ

غاصبانہ و ظالمانہ سرمایہ داری نظام کی طرف جو حلال وحرام کی پرواہ کیئے بغیر ہر جائز وناجائز طریقہ سے مال جمع کرنے کا سبق دیتا ہے اور نہ ہی بے دین وملحدانہ اشتراکی نظام (Socialisam) کی طرف جو عوام کو ان کے اپنے اموال اور ذاتی املاک کا بھی کوئی حق نہیں دیتا بلکہ ان پر ظلم واستبداد اور جبر وتشدّد اس کی ایک ادا ہے۔نہ یہ ازم نہ وہ ازم بلکہ اسلامی اقتصادی نظام اِن دونوں اِزموں کے مابین، اِن دونوں راستوں کے وسط میں اوران دونوں باطلوں کے درمیان صرف خود ایک ہی نظامِ حق ہے۔

اقوامِ مغرب نے دولت کی پرستش وتعظیم کی، اِس کی محبت میں غلوّکیا۔اِسے جمع کرنے کے لیئے دیوانگی کی حد تک انتہاء پسندی سے کام لیا، یہاں تک کہ اسے ہر ہر آڑے ترچھے ہتھکنڈے سے جمع کیا،حتّٰی کہ اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ ذرائع اختیار کرنے سے بھی کوئی گریز نہ کیا۔

دوسری طرف مشرقی ملحدینِ سوویت یونین(روس) اور اس کے خوشہ چین پیروکاروں نے عوام کی ذاتی دولت واملاک کا احترام نہ کیا بلکہ ان سے چھین چھپٹ کر بحق حکومت جمع وضبط کرلیں۔اس سلسلہ میں انہوں نے اپنی غاصبانہ کارگزاری اور ظالمانہ رویّہ کی پرواہ نہ کی بلکہ عوام کو زرخرید غلام بنالیا۔ان پر جبر واکراہ کو روارکھا۔اللہ کے ساتھ کفر کیا۔تمام ادیانِ عالَم کا انکار کرگئے اور یہ نعرہ لگادیا:

(لَا اِلٰهَ وَالْحَيَاةُ:مَادَةٌ)

''کوئی اِلٰہ ومعبود نہیں اور زندگی صرف دولت اور پیسے کا نام ہے۔''

ان مشرقی ملحدوں نے دولت کے حصول وہوّس میں اسے حرام ذرائع سے کمانے کی بھی قطعاً کوئی پرواہ نہ کی۔مال وزر کی بہتات میں آکر انسانی اقدار کی تباہی وضیاع کو بھی خاطر میں نہ لائے۔لوگوں میں عجیب وبے ہنگم کیفیّت پھیلادی کہ وہ فطری ذرائع سے کسب وانتفاع اور اپنی توانائیوں،عقول ودانش اور اللہ کے عطا کردہ ساز وسامان اور نعمتوں سے استفادہ نہ کرسکیں۔نہ

سرمایہ داری (نظام) روا ہے نہ یہ (سوشلزم) بجا۔ بلکہ اسلام نے مال ودولت کی حفاظت کا پیغام دیا ہے اور ظلم وزیادتی، دھوکہ وفریب، سُود اور لوگوں پر جبر وتعدّی سے قطعاً پاک، جائز وشرعی ذرائع سے اکتسابِ دولت وزر کی تعلیم دی ہے اور فرد وجماعت دونوں کی اَملاک کا حق تسلیم کیا ہے۔اس طرح اسلام دونوں ازموں، دونوں اقتصادی نظاموں اور دجل وفریب کے دونوں طریقوں کے مابین ایک راہِ اعتدال ہے۔اس نے مال وزر کو مباح قرار دیا، اسے کمانے کی دعوت ترغیب دی اور ایسے حکیمانہ طریقوں سے کمانے کی تعلیم دی کہ جو کمانے والے کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور فرائض کی ادائیگی سے بھی نہ روک سکیں، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَاتَاْكُلُوْااَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾

(سورۃ النسآء:۲۹)

”اے ایمان والو! اپنے مال ودولت کو آپس میں باطل طریقہ سے مت کھاؤ۔“

اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

((كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ)) ۶؎

”ہر مسلمان کا خون، مال اور عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔“

اور حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا:

((اِنَّ دِمَائَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَاَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هَذَافِيْ بَلَدِكُمْ هَذَا)) ۷؎

۶؎ مختصر صحيح مسلم بتحقيق الالبانى: ۱۷۷۵، ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجه، مسند احمد. صحيح الجامع ۲/ ۸۳۰، ۱۳۶، ۱۲۱۳، ارواء الغليل: ۲۴۵۰

۷؎ صحيح مسلم، ابو داؤد، نسائی. صحيح الجامع ۱/ ۴۱۴

''بے شک تمہارے خون، اموال اور عزّتیں تم پر اُسی طرح حرام ہیں جس طرح کہ اِس شہر اور اِس ماہ میں آج کے دن کی حُرمت ہے۔''

اور ارشادِ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے:

((لَاَنْ يَّاْ خُذَ اَحَدُكُمْ حَبْلَهٗ فَيَاْتِيْ بِحَذْمَةٍ مِنْ حَطَبٍ عَلٰى ظَهْرِهٖ فَيَبِيْعُهَا فَيَكُفُّ بِهَا وَجْهَهٗ مِنْ سُؤَالِ النَّاسِ اَعْطَوْهُ اَوْمَنَعُوْهُ))⁸

''تم میں سے ایک شخص اپنی رسی پکڑے اور اپنی پیٹھ پر لادکر لکڑیوں کا گٹھا لائے، پھر اسے بیچ کر پیٹ پالے اور اپنے چہرے کو لوگوں سے سوال (کی ذلّت) کرنے سے بچائے (یہی بہتر ہے کیونکہ لوگوں کا کیا ہے) اسے کچھ دیں یا نہ دیں۔''

اور جب نبی اکرم ﷺ سے سوال ہوا ''اَىُّ الْكَسْبِ اَطْيَبُ؟'' پاکیزہ کمائی کونسی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((عَمَلُ الرَّجُلِ بِيَدِهٖ وَكُلُّ بَيْعٍ مَبْرُوْرٍ))⁹

''آدمی کی ہاتھ کی کمائی اور دھوکہ وفریب سے پاک تجارت''

اور رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا:

((مَا اَكَلَ اَحَدٌ طَعَامًا اَفْضَلُ مِنْ اَنْ يَّاكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ وَكَانَ

---

⁸ بخاری، مسند احمد، ابن ماجہ عن النربیربن العوام رضی اللہ عنہ (ومثلهٔ في) بخاری، مسلم، نسائی عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، صحیح الجامع: ۲/۹۹۸

⁹ معجم طبرانی کبیر واوسط عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ومسند بزار، معجم طبرانی اوسط عن رافع بن خَدِیج رضی اللہ عنہ، صحیح الترغیب والترھیب للالبانی: ۲/۳۰۵،۳۰۶

نَبِیُّ اللّٰہ دَاوٗدَ یَاْکُلُ مِنْ عَمَلِ یَدِہٖ)) [1]

''تم میں سے کسی نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے زیادہ پاکیزہ کوئی کھانا نہیں کھایا اور اللہ کے نبی حضرت داوٗد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کما کر کھایا کرتے تھے۔''

یہ احادیث ہمیں بتاتی ہیں کہ اسلام کا مالی و اقتصادی نظام ایک متوسّط نظام ہے، جو نہ تو اہلِ مغرب اور ان کے پیروؤں والے ظالمانہ سرمایہ داری نظام جیسا ہے اور نہ ہی ملحد سوشلسٹوں کے نظام سے ملتا ہے جنہوں نے لوگوں کے اموال غصباً چھین لیئے۔ اُن کے مالکوں کی حرمت و ناموس بھی پامال کی گئی۔ اور کسی قسم کی کوئی پرواہ نہ کی۔ عوام کو غلام بنالیا اور ان کی شخصیت کو بھی مٹا کے رکھ دیا۔ اور اللہ کی حرام کردہ اشیاء کو حلال بنالیا۔

اس کے برعکس اسلام میں آپ کو حق حاصل ہے کہ مال و دولت کمائیں، اُسے جائز و شرعی ذرائع سے حاصل کریں۔ آپ اپنے اُس مال و زر کے اوّلین مستحق ہیں جسے آپ نے اللہ تعالیٰ کے مشروع کردہ اور مباح طریقہ سے کمایا۔

اسلام اخوّتِ ایمانی، اللہ سے اخلاص اور اس کے بندوں کے ساتھ خلوص و خیر خواہی کا بھی داعی ہے اور یہ کہ ہر مسلمان اپنے مسلمان بھائی کا احترام کرے، بددیانتی، حسد و بُغض، دجل و فریب، خیانت اور ایسے ہی دیگر مذموم اخلاق و عادات سے باز رہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَیُطِیْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَیَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ

---

[1] بخاری و مسند احمد، صحیح الجامع ۲/۹۷۲

عَزِيزٌ حَكِيمٌ○﴾ (سورة التوبه:۷۱)

''اور مؤمن مرد وزن ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں، وہ اچھائی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہیں۔ وہ نماز پڑھتے، زکوٰہ ادا کرتے اور اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا۔ اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔''

اور فرمانِ رب العزّت ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ○﴾ (سورة الحجرات:۱۰)

''تمام مؤمن آپس میں بھائی بھائی ہیں، اپنے دو بھائیوں میں باہمی صُلح کروادو اور پرہیز گاری اختیار کرو تاکہ تم رحم کیئے جاؤ۔''

اور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ)) [۱]

''ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے حقیر سمجھتا ہے اور نہ ہی اُسے ذلیل کرتا ہے۔''

ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، اُس پر واجب ہے کہ اُس کا احترام کرے، اُس کی تحقیر نہ کرے، اُس کے ساتھ عدل وانصاف سے پیش آئے اور اللہ تعالیٰ نے جو حقوق اُسے دیئے ہیں اُن کی بجا آوری کرے۔

نبی اکرم ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے:

[۱] بخاری، مختصر مسلم: ۱۸۳۰، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مسنداحمد، الصحیحة للالبانی: ۵۰۴، صحیح الجامع ۲/۱۳۷۱، ارواء الغلیل للالبانی: ۲۴۵۰

((اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ کَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا)) ١٢

''ہر مؤمن دوسرے مؤمن کے لیۓ ایک دیوار کی مانند ہے، جس کے بعض اجزاء بعض دیگر کو مضبوطی اور سہارا دیتے ہیں۔''

اور ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((اَلْمُؤْمِنُ مِرْآةُ اَخِيْهِ الْمُؤْمِنِ)) ١٣

''مؤمن اپنے مؤمن بھائی کے لیۓ آئینے کی مانند ہے۔''

میرے بھائی! آپ اپنے بھائی کا آئینہ ہیں اور بنیاد کی ایک اینٹ ہیں جس پر اخوّتِ ایمانی کی عمارت قائم ہے، لہٰذا اپنے بھائی کے حقوق کو پہچانو اور اس کے ساتھ حق وصداقت، نصیحت واخلاص اور صدق وصفائی سے پیش آؤ۔

اور آپ پر یہ بھی واجب ہے کہ اسلام کو مکمل طور پر اپناؤ۔ اس میں سے بعض امور کو اپنا کر بعض اشیاء کو نظر انداز نہ کر جاؤ۔ نہ تو صحیح عقیدہ اختیار کر کے احکام واعمال کو ترک کرو اور نہ ہی اعمال واحکام کو اپنا کر عقیدہ کو چھوڑ دو بلکہ اسلام کو کلّی طور پر اپناؤ عقیدہ، عمل، عبادت، جہاد، معاشرت، سیاست اور اقتصادی ومعاشی امور کے علاوہ تمام شعبہ ہائے زندگی میں اسلامی تعلیمات پر عمل کرو اور اسلام کو ''مِنْ کُلِّ الْوُجُوْه'' (مکمل طور پر) اختیار کرو جیسا کہ ارشادِ ربّانی ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾ (سورة البقره:٢٠٨)

''اے ایمان والو! اسلام میں کلّی طور پر داخل ہو جاؤ اور شیطانی چالوں کی پیروی نہ کرو، وہ تمہارا ظاہر دشمن ہے۔''

---

١٢ بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی. صحیح الجامع ٢/١١٢٩-١١٣٠

١٣ الادب المفرد امام بخاری، ابوداؤد. الصحيحه: ٩٢٦، صحیح الجامع: ٢/١١٣٠

علماءِ سلف کی ایک جماعت نے یہ معنیٰ لکھا ہے کہ **السِّلۡمِ** یعنی اسلام میں پورے طور پر داخل ہو جاؤ۔ اسلام کو سلم اس لیئے کہا جاتا ہے کہ یہ دنیا و آخرت میں امن و سلامتی اور نجات و آشتی کی راہ ہے، یہ امن و سلامتی اور اسلام ہے۔ جب کہ دینِ اسلام امن و آشتی کا داعی ہے۔ شرعی حدود و قصاص اور جہاد فی سبیل اللہ کے سوا کسی کا خون بہانے سے روکتا ہے کیونکہ وہ ہمہ جہت سلم و اسلام اور ہمہ رو امن و ایمان ہے۔ اسی لیئے تو اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر کا ارشاد ہے:

﴿ادۡخُلُوۡ فِیۡ السِّلۡمِ کَافَّۃً﴾ (سورۃ البقرہ:۲۰۸)

''اسلام میں مِنۡ کُلِّ الۡوُجُوۡہ (پورے پورے) داخل ہو جاؤ۔''

یعنی اسلام کے تمام شعبہ جات میں داخل ہو جاؤ ایسا نہ ہو کہ بعض احکام کو لے لو اور بعض دیگر کو چھوڑ دو بلکہ تمہیں چاہیئے کہ مکمل اسلام کو اختیار کرو۔

﴿وَلَا تَتَّبِعُوۡا خُطُوَاتِ الشَّیۡطٰنِ﴾ (سورۃ البقرہ:۲۰۸)

''اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو۔''

خُطُواتِ الشَّیۡطٰنِ کا مطلب وہ معاصی اور گناہ ہیں جو اللہ کا دین ترک کرنے کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ وہ انسان کا بدترین دشمن ہے، لہٰذا مسلمان پر واجب ہے کہ کلّی اسلام کے ساتھ متمسّک و کاربند رہے مکمل اسلام کو اپنا دین بنائے اور اللہ تعالیٰ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامے رکھے اور تفرقہ و اختلافات کے اسباب سے ہر وقت باخبر و محتاط رہے۔

اے داعی و مسلم !

آپ کا فرض ہے کہ عبادات و معاملات، نکاح و طلاق، نفقات و رضاعت، امن و جنگ میں دوست و دشمن کے ساتھ اور جرائم وغیرہ تمام امور میں شریعت الٰہیّہ کے مطابق فیصلہ کریں۔ یہ واجب ہے کہ ہر کام میں اللہ تعالیٰ کے دینِ اسلام کو حکم و فصل بنایا جائے۔

اور اس چیز سے بچیں کہ آپ اپنے ایک بھائی کی طرفداری صرف اس بناء پر کریں کہ

اُس نے فلاں موقع پر آپ کی موافقت کی تھی اور دوسرے بھائی کے ساتھ صرف اس بناء پر دشمنی وکدورت رکھیں کہ اُس نے فلاں مسئلہ میں آپ کی مخالفت کی تھی۔ یہ چیزیں انصاف کے منافی ہیں۔صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں کئی مسائل میں اختلاف رونما ہوا، اِس کے باوجود اُن کی باہمی آئینہ دلی اور دوستی ومحبت میں کوئی فرق نہ آیا۔رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡهُمۡ وَاَرۡضَاهُمۡ

مؤمن شریعتِ الٰہیّہ پر عمل کرتا، حق کو دین بناتا اور دلیل کی روشنی میں اسے ہر چیز پر مقدّم رکھتا ہے، لیکن اگر کبھی واضح وظاہر دلیل نہ ہونے کی صورت میں مسائل کا اجتہاد واستنباط کرنے میں کسی کی رائے سے اختلاف ہو جائے تو یہ چیز انہیں اس بات پر برانگیختہ نہیں کرتی کہ وہ اپنے کسی بھائی پر ظلم کریں اور انصاف کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیں۔ایسی ہی صورت اُن مسائل میں ہوگی جن میں نص کی تأویل مختلف پیرایہ سے ممکن ہو، ایسی حالت میں اختلاف کرنے والے کو معذور سمجھا جائے گا۔

آپ کا فرض ہے کہ اپنے مخاطَب کو نصیحت وخیرخواہی سے سمجھائیں، اوراس کی بھلائی میں دلچسپی لیں، یہ اختلافاتِ رائے آپ کو عداوت وتفرقہ پر نہ ابھارے کہ آپ دونوں پر ہی شیطان جیسے دشمن کو غالب کردے۔وَلَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

اسلام دینِ عدل وانصاف، حق وانصاف کے ساتھ فیصلہ دینے والا اور دینِ مساوات ہے، سوائے ان امور کے جو اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ قرار دیئے ہیں۔اِس دین میں ہر بھلائی، مکارمِ اخلاق، حُسنِ اعمال اور عدل وانصاف کی طرف دعوت دی گئی ہے اور تمام اخلاقِ مذمومہ سے دور رہنے اور احتراز کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَالۡاِحۡسَانِ وَاِيۡتَآءِ ذِى الۡقُرۡبٰى وَيَنۡهٰى عَنِ الۡفَحۡشَاءِ وَالۡمُنۡكَرِ وَالۡبَغۡىِ يَعِظُكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ۝﴾

(سورۃ النحل:۹۰)

''اللہ تعالیٰ عدل واحسان کرنے اور قرابت داروں کو (خرچ سے مدد) دینے کا حکم کرتا اور فحاشی وبرائی اور بغاوت سے روکتا ہے تا کہ تم نصیحت پکڑو۔''

اورفرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾ (سورة الحجرات:١٣)

''اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد وعورت سے پیدا کیا اور باہمی تعارف اور پہچان پیدا کرنے کی خاطر تمہارے خاندان اور قبیلے بنا دیئے،تم میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزّز ومکرّم وہی ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز کا علم اور خبر رکھنے والا ہے۔''

خلاصۂ کلام

دعوت کس بات کی طرف دی جائے؟

اس سلسلہ میں گذشتہ کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ داعئ اسلام اور مبلّغِ دین کا فرض ہے کہ وہ کُلّی اسلام کی طرف دعوت دے،لوگوں میں تفرقہ بازی وانتشار کو ہوا نہ دے اور مذہبی وقبائلی تعصّب،اپنے رئیس،اپنے شیخ وامام یا کسی بھی دوسرے تعصّب کا شکار نہ ہو، بلکہ اُس پر واجب یہ ہے کہ حق کو حق کہے،اسی کی وضاحت کرے اور لوگوں کو اسی پر قائم رہنے کی تلقین کرے، چاہے وہ کسی امام،کسی ولی اور کسی بزرگ وپیر کی رائے کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

جب کوئی ایسا شخص عوام النّاس میں داعی و مبلّغ کا کام کرے جو فقہی مذاہب میں تعصّب کو ہوا دیتا اور کہتا ہو کہ فلاں امام کا مذہب فلاں امام سے اولیٰ و بہتر ہے تو تفرقہ اور اختلافات اُبھر آتے ہیں۔ یہاں تک کہ اسی مذہبی تعصّب کے نتیجہ میں لوگوں کی یہ پوزیشن ہو جاتی ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے جو ان کے اپنے مذہب کا نہ ہو۔ شافعی کسی حنفی کی امامت میں نماز ادا نہیں کرتے اور حنفی کسی مالکی و حنبلی کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھتے۔ بعض متعصّب لوگوں سے حقیقتاً ایسا ہوا ہے۔ حالانکہ یہ چیز بہت بُری بلاء اور خُطواتِ شیطان کی اتّباع ہے۔ سب آئمّۂ کرام آئمّۂ ہدایت ہیں، شافعی ہوں کہ مالک، احمد ہوں کہ ابوحنیفہ، اوزاعی ہوں کہ اسحاق بن راہویہ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ۔ اور ایسے ہی دیگر بزرگان اور اہلِ علم و فضل ہیں۔ یہ سب آئمّۂ ہدایت اور دُعاۃِ حق ہیں۔ انہوں نے لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف دعوت دی اور بعض اہلِ علم پر دلیل کے مخفی رہنے کی وجہ سے حق میں اختلاف رائے واقع ہو گیا جب کہ حقیقت کو پہنچنے والے مجتہد کے لیئے دو اجر ہیں اور مخطیٔ حق کے لیئے بھی ایک اجر ہے۔

آپ سب کو چاہیئے کہ ان تمام آئمّۂ کرام کی قدر و منزلت اور علم و فضل کو پہچانیں، اُن کے لیئے دعائے رحمت کریں اور اس بات کا اعتراف کریں کہ وہ آئمّۂ اسلام اور داعیانِ ہدایت تھے۔

اور یہ بات بھی آپ کو بے جا تعصّب اور کورانہ تقلید پر نہ ابھارے کہ آپ کہنے لگیں: ''فلاں کا مذہب بہر حال اولیٰ بالحق ہے، یا فلاں دوسرے کا مذہب اولیٰ ہے، وہ کبھی خطاء نہیں کرتا۔'' یہ ''نہیں'' کا دعویٰ غلط ہے۔

آپ کا فرض ہے کہ جب حق کی دلیل ظاہر ہو جائے تو اسے اپنائیں اور اسی کی اتّباع کریں چاہے وہ فلاں اور فلاں کے مذہب کے خلاف ہی کیوں نہ ہو تعصّب سے دامن بچائیں

اور کورچشمانہ واندھی تقلید سے بچیں، بلکہ آئمّہ کے علم وفضل اور قدر ومنزلت کو تسلیم کریں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اپنے نفس اور دین کے لیئے بھی احتیاط سے کام لیں۔حق کو اپنائیں، اسی کی طرف لوگوں کی راہنمائی کریں اور عندالطلب اسی کے حق میں اپنی رضاء کا ووٹ ڈالیں۔اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں، اُسے ہر لمحہ اپنے پیشِ نظر رکھیں۔اپنے نفس وایمان کو اس بات سے متّصف کریں کہ ''حق ایک ہے۔'' اور مجتہدین اگر صحیح بات کو پہنچ جائیں تو ان کے لیئے دو اجر اور اگر وہ خطا کر جائیں تو بھی ان کے لیئے ایک اجر ہے۔جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے اس سلسلہ میں صحیح حدیث موجود ہے۔ [۱۴]

اور مجتہدین سے میری مراد اہلسنت کے اہلِ علم وایمان اور اہلِ ہدایت مجتہدین ہیں۔

⑤ مقصود ومطلوبِ دعوت

دعوت وتبلیغ کا مطلوب ومقصود اور ہدف:

☆ کافر کو ظلمتِ کفر سے نکال کر نورِ ہدایت کی طرف لانا ہے۔

☆ جاہل کو جہالت کے اندھیروں سے نکال کر نورِ علم سے روشناس کرانا ہے۔

☆ اور گناہوں سے لت پت لوگوں کو گناہ کے اندھیروں سے نکال کر نورِ اطاعت واتّباع کا عادی بنانا ہے۔

---

[۱۴] مجتہدین کے سلسلے میں جس حدیث کی طرف اشارہ ہے وہ صحیح بخاری: کتاب الاعتصام، صحیح مسلم: کتاب الاقضیہ، ابوداؤد: کتاب الاقضیۃ، ترمذی: کتاب الاحکام، نسائی: کتاب القضاۃ، ابن ماجہ: کتاب الاحکام اور مسند امام احمد بن حنبل ۲/ ۱۸۷،۴/ ۱۹۸،۴/ ۲۰۴، ۲۰۵ میں موجود ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

((عَنْ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ: اِذَاحَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَثُمَّ اَصَابَ فَلَهٗ اَجْرَانِ وَاِذَاحَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ اَخْطَأَفَلَهٗ اَجْرٌ))

''حاکم جب اجتہاد سے فیصلہ کر کے حقیقت کو پہنچ جائے تو اس کے لیئے دو اجر ہیں اور اگر خطا کر جائے تو بھی اس کے لیئے ایک اجر ہے۔'' (مترجم)

یہی دعوت کا مطلوب ومقصود ہے۔لوگوں کو ظلمات اور تاریکیوں سے نکال کر نور اور روشنی کی طرف لانا اور حق کی طرف ان کی راہنمائی کرنا ہے تاکہ وہ اسے اختیار کریں اور عذابِ جہنّم اور غضبِ الٰہی سے نجات پائیں۔جیسا کہ ارشادِ ربُّ العالمین ہے:

﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ﴾

(سورة البقرہ:۲۵۷)

''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے، وہ انہیں تاریکیوں سے نور کی طرف نکال کرلاتا ہے۔''

انبیاء ورسل علیھم السلام کو اس لیئے مبعوث کیا گیا تاکہ وہ لوگوں کو کُفر وجہالت کے ظلمات سے نکال کر نور میں لے آئیں۔اور داعیانِ حق بھی اسی طرح ہی دعوت وتبلیغ کرتے ہیں اور اس کام میں بڑی سرگرمی کا مظاہرہ کرتے ہیں تاکہ وہ لوگوں کو جہالت ولاعلمی کی گھنگور گھٹاؤں سے نکال کر نور وضیاء میں لا کھڑا کریں،انہیں نارِ جہنم سے بچائیں،شیطان کی اطاعت کے دائرے سے باہر نکالیں اور نفسانی حرص وہوا کی پرستش سے نکال کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت وعبادت کا پابند بنادیں۔

⑥ داعی کے اوصاف

ایک مبلّغ اور داعی الی اللہ کا کون سے اخلاق وعادات اور کن اوصاف وخصائل سے متّصف ہونا ضروری ہے؟اِس کی وضاحت اللہ جلّ وعلا نے بے شمار آیات میں فرمائی ہے۔

❶ اخلاص:

اوصافِ دعاۃ میں سے ایک چیز تو اخلاص ہے۔داعی ومبلّغ پر واجب ہے کہ اس کا عملِ دعوت وارشاد خالص اور محض اللہ عزّ وجلّ کی رضا وخوشنودی کے لیئے ہو،ریاء،لوگوں کی واہ

واہ اور تعریف وخوشامد کا طلب گار نہ ہو۔ وہ اللہ کی طرف لوگوں کو لِوَجْہِ اللہ دعوت دے، اور اس کے پیشِ نظر صرف اللہ بزرگ و برتر کی خوشنودی مطلوب ہو۔

جیسا کہ ارشادِ ربّانی ہے:

﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ (سورة يوسف:١٠٨)

''کہہ دیجئے کہ میری راہ یہ ہے۔ میں اور میری اتّباع کرنے والے ہم سب علی وجہِ البصیرت ہو کر اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔''

اور فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ (سورة حٰمٓ السجده:٣٣)

''اُس شخص سے بات میں بہتر کون ہے جو اللہ کی طرف دعوت دیتا اور اچھے عمل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں؟''

اے داعی و مبلّغ! آپ کے لیئے ازبس ضروری ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے لیئے مخلص ہوں اخلاق واوصافِ دعاۃ میں سے یہ اہم ترین چیز اور سب سے بڑی صفت ہے کہ آپ میدانِ دعوت وتبلیغ میں لوجہِ اللہ کام کریں، اور محض اللہ کی رضاء وخوشنودی اور دارِ آخرت میں فوز وفلاح آپ کا مطلوب ہو۔

❷ علم:

اوصافِ دعاۃ ومبلّغین میں سے دوسرا وصف یہ ہے کہ آپ دعوت دیتے وقت پہلے خود صاحبِ علم ودلیل ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ جس چیز کی دعوت دے رہے ہوں، اس کے متعلق خود آپ

کو پوری واقفیّت وعلم نہ ہو۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ﴾

(سورة یوسف:۱۰۸)

''کہہ دیجئے کہ میری راہ یہ ہے۔ میں علیٰ وجہِ البصیرت اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں۔''

گویا علم و بصیرت کے سوا کوئی چارہ نہیں اور حصولِ علم ایک فریضہ ہے۔ (۱۵) ناواقفیت ولاعلمی کی صورت میں دعوت دینے سے احتراز کریں، اور اس بات سے بھی قطعی گریزاں رہیں کہ آپ کوئی ایسا موضوع چھیڑ بیٹھیں جس کے متعلق خود آپ کو وافر معلومات حاصل نہیں۔ کیونکہ ناواقف بگاڑتا تو ہے، سنوارتا کچھ بھی نہیں۔ فساد بپا کرتا ہے، اصلاح نہیں کر پاتا۔

اے اللہ کے بندے! آپ اللہ سے ڈرتے رہیں اور اس بات سے بھی بچیں کہ آپ علم کے بغیر اللہ پر کوئی بات تھوپ دیں۔ آپ کسی چیز کی طرف اُس وقت تک دعوت نہ دیں جب تک اُس کے متعلق اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے ارشادات کا پوری طرح علم اور بصیرت واگاہی نہ حاصل کرلیں۔ بصیرت کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں۔ اور یہ ہر عالم، ہر طالبِ علم اور ہر مبلّغ وداعی الی اللہ کی ذمہ داری ہے کہ جس کام کی طرف دعوت دے اُس کے متعلق پہلے خود علم

---

۱۵ اس سلسلہ میں نبی اکرم ﷺ کی بکثرت احادیث موجود ہیں جن میں حصولِ علم اور اہلِ علم حضرات کی فضیلت بیان کی گئی۔ حصولِ علم کی فرضیت کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ))

(ابن ماجه،معجم طبراني كبير،اوسط،صغير،شعب الايمان بيهقي۔صحيح الجامع ۲/۷۲۷،صحيح الترغيب والترهيب ۱/۱۴۰)

''علم حاصل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔'' (مترجم)

وبصیرت حاصل کرلے۔اُس کام اور اُس کی دلیل پر گہری نظر ڈال لے، پھر اگر اس پر حق ظاہر ہو جائے اور وہ اسے بخوبی پہچان لے اور سمجھ جائے، تب اس کی طرف دعوت دے، چاہے وہ فعل کی ہو یا ترک کی۔اگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہو تو اسے اپنانے کی دعوت دے۔اور اگر کوئی ایسا کام ہو جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے روکا ہے تو اس سے باز رہنے (ترک) کی دعوت دے۔لیکن یہ سب کچھ علم ومعرفت اور فہم وبصیرت کے بل پر ہونا چاہیئے۔

③ حِلم

اے داعی! آپ میں جس تیسری صفت کا پایا جانا ضروری ہے، وہ میدانِ دعوت وتبلیغ میں آپ کا حلیم الطبع، نرم دل، متحمّل مزاج اور صابر ہونا ہے۔جیسا کہ رسول ﷺ کا عملی نمونہ ہمارے سامنے ہے۔جلد بازی وعُجلت اور جبر وتشدّد سے پرہیز کریں۔دعوت وتبلیغ کے دوران صبر وہمت کو اپنائیں، حلم وبُردباری اختیار کریں اور نرمی کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیں۔

اس سلسلہ میں نبی اکرم ﷺ کی بکثرت احادیث موجود ہیں جن میں علم، حصولِ علم، طالبِ علم اور اہلِ علم حضرات کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔حصولِ علم کی فرضیّت کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔

((طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ)) (حوالہ سابقہ)

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔"

اس کے بعض دلائل گذشتہ صفحات میں بھی گذر چکے ہیں۔جیسا کہ اللہ جلّ وعلا کا فرمانِ گرامی ہے۔

﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ

وَهُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِيۡنَ ۝﴾ (سورۃ النحل:۱۲۵)

’’اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور نیک نصیحت کے ساتھ دعوت دیں، اور ان کے ساتھ اچھی بات سے جھگڑا مجادلہ (مناظرہ) کریں۔ بے شک آپ کا رب اُسکی راہ سے گمراہ ہونے والوں اور ہدایت یافتہ لوگوں کو جاننے والا ہے۔‘‘

اور اللہ سُبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنۡتَ لَهُمۡ وَلَوۡ كُنۡتَ فَظًّا غَلِيۡظَ الۡقَلۡبِ لَانۡفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِكَ فَاعۡفُ عَنۡهُمۡ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ وَشَاوِرۡهُمۡ فِى الۡاَمۡرِ فَاِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُتَوَكِّلِيۡنَ ۝﴾

(سورۃ آل عمران:۱۵۹)

’’اے میرے پیغمبر! آپ اللہ کی رحمت سے ان کے لیئے نرم دل ہو گئے اور اگر آپ تُند خو اور سنگدل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے آس پاس سے دور بھاگ جاتے۔ اُن سے درگزر فرمائیں، ان کے لیئے مغفرت طلب کریں اور ان سے مشورہ لیں۔ اور جب آپ کسی کام کا عزم کرلیں تو پھر اللہ پر توّکل کریں، بے شک اللہ تعالیٰ توّکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔‘‘

اور حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کے واقعہ میں ارشادِ ربّانی ہے:

﴿اِذۡهَبۡ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ فَقُوۡلَا لَهٗ قَوۡلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوۡ يَخۡشٰى ۝﴾ (سورۃ طٰہٰ:۴۳-۴۴)

’’آپ دونوں فرعون کے پاس جائیں، بے شک وہ سرکش باغی ہے۔ اور اسے نرم بات کہیں شاید کہ وہ نصیحت حاصل کرلے یا ڈر جائے۔‘‘

اور ایک صحیح حدیث میں نبی اکرم ﷺ کا دعائیہ ارشاد ہے:

((اَللّٰهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَرَفِقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهٖ وَمَنْ وَلِيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ)) (حديث)

''اے اللہ! جو شخص میری اُمت کے کسی کام کا ذمہ دار بنایا جائے اور وہ ان کے ساتھ نرمی کا سلوک کرے تو بھی اس کے ساتھ نرمی کا سلوک کر، اور جو کوئی میری اُمت کے کسی کام کا والی مقرر ہو اور وہ ان پر سختی کرے، تو تُو بھی اس کے ساتھ سختی کا برتاؤ کر۔''

اے اللہ کے بندے! آپ پر واجب ہے کہ دعوت وتبلیغ کے دوران رِفق ونرمی اختیار کریں، لوگوں پر سختی نہ کریں اور نہ ہی انہیں دین سے دور بھگائیں۔ اپنی سختی وتشدّد، نادانی وجہالت اور مضرّ وتکلیف دہ، سخت اسلوبِ دعوت سے لوگوں کو دین سے متنفّر نہ کریں۔ آپ کے لیئے ضروری ہے کہ آپ حلیم الطبع، صابر وشاکر، نرم دل ونرم زبان، سہل گو اور عمدہ کلام ہوں تاکہ اپنے مخاطب بھائی کے دل پر اثر انداز ہوں اور اس کے دل کو متاثر کرسکیں تاکہ اسے آپ کی دعوت وتبلیغ سے اُنس ومحبت ہو۔ اِس کے لیئے اس کی کشتِ دل ہموار ہو۔ وہ دعوت سے اثر پذیر ہو، اور آپ کے اس کام پر وہ آپ کا مدح سرا اور شکر گزار ہو۔

سختی وتشدّد لوگوں کو متنفّر کرتا اور انھیں قریب نہیں آنے دیتا۔ اُن میں تفرقہ وانتشار پھیلاتا اور انہیں متّفق ومتّحد نہیں رہنے دیتا۔

❹ عمل

اخلاق واوصافِ دعاۃ میں سے چوتھی چیز جس کا ایک داعی ومبلّغ میں ہونا نہ صرف ضروری بلکہ واجب ہے، وہ اس کا اپنی دعوت پر خود پوری طرح سے عمل کرنا ہے۔ اور یہ کہ داعی جن امور کی لوگوں کو دعوت دے، اس کا بہترین، عمدہ اور نیک عملی نمونہ وہ خود ہو۔ اس کا شمار ایسے

لوگوں میں نہیں ہونا چاہیئے جو ایک کام کی طرف دعوت تو دیتے ہیں مگر خود اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے، اور ایک چیز سے لوگوں کو روکتے ہیں مگر خود اس کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یہ خسارہ پانے والوں کا حال ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَالِكَ

مگر نفع و فائدہ اٹھانے والے مؤمنین ایسے داعیانِ حق ہیں جو خود پیکرِ عمل و کردار ہوتے ہیں، عمل میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیتے ہیں اور کشاں کشاں اُسی طرف کھِچے چلے آتے ہیں اور جن امور سے وہ لوگوں کو باز کرتے ہیں وہ خود ان سے دور بھاگتے اور احتراز کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشادِ ربُّ العزت ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ ٥ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ٥﴾ (سورة الصف:٢۔٣)

”اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر خود عمل نہیں کرتے؟ یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے کہ تم ایسی بات کہو جس پر تم خود عمل پیرا نہیں ہو۔“

یہودیوں کے لوگوں کو نیکی کا حکم دینے اور خود اس پر عمل پیرا نہ ہونے پر سرزنش کرتے ہوئے اللہ سُبحانہٗ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتَابَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ٥﴾ (سورة البقره:٤٤)

”کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود کو بھول جاتے ہو؟ حالانکہ تم کتابُ اللہ کی تلاوت بھی کرتے ہو۔ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔“

اور نبی اکرم ﷺ کی ایک صحیح حدیث ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

((يُوْتىٰ بِالرَّجُل يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْقٰى فِى النَّارِ فَتَنْدَلِقُ اَقْتَابَ

بَطْنِهٖ فَيَدُوْرُ فِيْهَا كَمَا يَدُوْرُ الْحِمَارُ بِالرُّحٰى فَيَجْتَمِعُ عَلَيْهِ اَهْلُ النَّارِ فَيَقُوْلُوْنَ لَهٗ يَا فُلَانُ! مَالَكَ اَلَمْ تَكُنْ تَاْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ ،فَيَقُوْلُ بَلٰى كُنْتُ آمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا آتِيْهِ وَاَنْهَاكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَآتِيْهِ))

''قیامت کے دن ایک آدمی لایا جائے گا، اور اسے آگ میں پھینک دیا جائے گا، اس کے پیٹ کی انتڑیاں باہر نکل آئیں گی۔ وہ ان کے اردگرد اس طرح گھومے گا جیسے گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے۔ اہلِ جہنّم وہاں جمع ہوجائیں گے، اور اُسے کہیں گے کہ کیا ہوا؟ کیا تم نیکی کا حکم نہ دیتے اور برائی سے نہ روکتے تھے؟ وہ کہے گا ہاں میں تمہیں تو برائی سے روکتا تھا، مگر خود نہیں رکتا تھا مگر خود اُس سے باز نہیں رہتا تھا۔''

یہ ایسے شخص کا حال ہے جو اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے، بھلائی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے باز کرتا ہے، پھر اسکا اپنا قول ہی اس کے فعل اور اس کا فعل اس کے اپنے قول کے متضاد ومخالف ہوتا ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَالِكَ

مبلّغ وداعی کے اہم ترین اور عظیم اوصاف میں سے یہ ہے کہ وہ جس بات کی دعوت دے اس پر خود بھی عمل کرے اور جن امور سے لوگوں کو روکے، اُن سے خود بھی باز رہے۔ وہ اپنی دعوت وتبلیغ میں اخلاقِ حسنہ، عمدہ سیرت وکردار، صبر وہمت، ضبط وتحمل اور اخلاص کا پیکر ہو۔ ایسے امور جو لوگوں کی بھلائی پر مشتمل ہیں اور انہیں باطل سے دور کرتے ہیں، ان کی وضاحت میں کوشاں رہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے لیئے ہدایت کی دعاء بھی کرتا رہے۔ اپنے مخاطب سے کہے۔

(هَدَاكَ اللّٰهُ وَوَفَّقَكَ اللّٰهُ لِقَبُوْلِ الْحَقِّ)

''اللہ آپ کو ہدایت بخشے اور حق کو قبول کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔''

اور اسے کہے:

(اَعَانَكَ اللّٰهُ عَلٰى قَبُوْلِ الْحَقِّ)

''اللہ تعالیٰ قبولِ حق کے لیۓ آپ کی مدد فرمائے۔''

اُسے مسلسل دعوت دیتا اور اس کی راہنمائی کرتا رہے، اور اگر مخاطب سے ایذاء پہنچے تو اس پر صبر کرے اور اس کے لیۓ پھر بھی ہدایت کی دعاء ہی مانگے۔ جب رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا کہ قبیلۂ بنی دوس نے حق کی نافرمانی کی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ اهْدِ دَوْساً وَآتِ بِهِمْ))[۱۶]

''اے اللہ! بنی دَوس کو ہدایت عطا فرما، اور انہیں جادۂ حق پر لے آ۔''

اے داعی و مبلّغ!

آپ بھی اپنے مخاطب کے لیۓ ہدایت اور قبولِ حق کی توفیق کے لیۓ دعاء گو رہیں۔ صبر و ہمّت اور ضبط و تحمّل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں، مایوس و نا امید نہ ہوں اور اپنی زبان سے کلمۂ خیر کے سوا کچھ نہ نکالیں۔ سختی اور تشدّد سے کام نہ لیں اور نہ ہی منہ سے کوئی بُری بات نکالیں، کیونکہ یہ چیز لوگوں کو حق سے متنفر کر دیتی ہے۔ البتہ اگر کوئی مخاطَب ظلم و زیادتی اور جبر و تعدّی پر ہی اُتر آئے تو اس کا علاج الگ ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَلَا تُجَادِلُوْا اَهْلَ الْكِتَابِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ﴾ (سورۃ العنکبوت:۴۶)

''اور اہلِ کتاب کے ساتھ اچھی بات سے مجادلہ و مناظرہ کرو، سوائے اُن

[۱۶] صحیح بخاری: ۲۹۳۴، صحیح مسلم: ۲۵۲۴، ابو داؤد ۲/۲۴۳، الصحیح المسند من فضائل الصحابہ رضی اللہ عنھم، ص ۱۸۵ تالیف: ابو عبداللہ مصطفیٰ العدوی طبع دار ابن عفّان الخبر

لوگوں کے جو اُن میں سے ظالم قسم کے ہوں۔''

البتہ وہ ظالم جو دعوت وتبلیغ کا مقابلہ شرّ وعناد اور ایذاء رسانی سے کرے، اُس کا الگ حکم ہے۔ اُسے ادب سکھلانے اور مہذّب بنانے کے لیئے اُسے پسِ دیوارِ زنداں بھی کیا جا سکتا ہے۔ اُس کی تأدیب وتہذیب اس کے درجۂ ظلم وزیادتی کے مطابق ہوگی۔ مگر جب تک وہ ایذاء رسانی سے رُکا رہے، آپ کے لیئے ضروری ہے کہ صبر وضبط سے کام لیں، اور اللہ سے اجر وثواب کی امید رکھیں۔ اس کے ساتھ احسن طریقوں سے مجادلہ ومناظرہ کرتے رہیں۔ اور اگر آپ کو اس سے شخصی طور پر کوئی ایذاء پہنچے تو درگزر کریں، جیسا کہ اللہ کے رسولوں اور ان کے مخلص پیروکاروں نے صبر کیا۔

اللہ عزّ وجلّ سے دعاء ہے کہ وہ ہم سب کے لیئے حُسنِ دعوت کی توفیق ارزاں کرے، ہمارے قلوب اور اعمال کی اصلاح فرمائے، ہم سب کو اپنے دین کی صحیح سمجھ اور اس پر ثابت قدمی بخشے۔ ہمیں ہدایت یافتہ، ہادی ورہبر اور اصلاح شدہ مُصلح وریفارمر بنائے۔ وہ صاحبِ جلال وعظمت، بلند وبالا اور سخی وکریم ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَارَكَ عَلٰى عَبْدِهٖ وَرَسُوْلِهٖ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ۔

(علاّمہ) عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ

الرئيس العام لادارات البحوث العلمية

والافتاء والدعوة والارشاد۔الرياض

(سعودی عرب)

دوسرا رسالہ

مقامِ سنّت
اور
فتنۂ انکارِ حدیث

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ربّ الْعَالَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظَّالِمِيْنَ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا إِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اِلٰهُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ وَقَيُّوْمُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِيْنَ، وَ اَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَخَلِيْلَهٗ وَاَمِيْنُهٗ عَلٰى وَحْيِهٖ اَرْسَلَهٗ اِلَى النَّاسِ كَافَّةً بَشِيْراً وَّنَذِيْراً وَّدَاعِياً اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجاً مُّنِيْراً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ الَّذِيْنَ سَارُوْا عَلٰى طَرِيْقَتِهٖ فِى الدَّعْوَةِ اِلٰى سَبِيْلِهٖ وَصَبَرُوْا عَلٰى ذَالِكَ وَجَاهَدُوْا فِيْهِ حَتّٰى اَظْهَرَ اللّٰهُ بِهِمْ دِيْنَهٗ وَاَعْلٰى كَلِمَتَهٗ وَلَوْكَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ وَسَلَّمَهٗ تَسْلِيْماً كَثِيْراً اَمَّا بَعْدُ:

مآخذ ومصادرِ شریعت:

① تمام قدیم وجدید علماءِ کرام کا س بات پر کلّی اتفاق ہے کہ مسائل واحکام کے اِثبات اور حلال وحرام کے بیان پر مشتمل معتبر اصول وقواعد کتابُ اللہ (قرآنِ پاک) میں ہیں، جس کے پس وپیش میں باطل کے آنے کا گمان بھی نہیں کیا جا سکتا، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ﴾

(سورۃ حٰمٓ السجدہ:۴۲)

”جس کے پاس باطل پھٹک بھی نہیں سکتا، نہ اسکے آگے سے، نہ اسکے پیچھے سے۔“

② دوسرے درجے پر رسول اللہ ﷺ کی سنّت ہے۔ جو اپنی مرضی سے تو بولتے ہی نہیں اور جو کچھ فرماتے ہیں وہ وحی الٰہی پر مبنی ہوتا ہے، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوىٰ ٥ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوحىٰ﴾

(سورۃ النجم:۳۔۴)

''اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں، وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔''

③ ان کے بعد تیسرے نمبر پر اجماعِ علماءِ اُمّت کا درجہ ہے۔

④ دیگر تمام مآخذ ومصادرِ شریعت میں علماءِ کرام کا اختلاف ہے، جن میں سے اہم ترین ماخذ ومصدر ''قیاس'' ہے۔ اور جمہور اہلِ علم کے نزدیک قیاس اگر تمام معتبر شرائط کو پورا کررہا ہو تو وہ بھی حجّت ہے۔ اِن اصولِ اربعہ کی حُجّیت کے دلائل کی تعداد حصر واحاطہ اور عدد وشمار سے بڑھ کر ہے، اور وہ اتنے مشہور ہیں کہ محتاجِ بیان نہیں ہیں۔

مأخذِ اوّل ❖ قرآنِ کریم:

شریعتِ اسلامیہ کا سب سے پہلا مأخذ ومصدر اللہ کی کتاب قرآنِ پاک ہے۔ اور کتاب اللہ کے کئی مقامات پر اللہ رب العزّت کا کلام اس کتاب کی اتباع، اس سے تمسّک اور اس کی حدود کا پاس کرنے کے وجوب پر دال ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿اِتَّبِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ٥﴾ (سورۃ الاعراف:۳)

''تمہاری طرف جو تمہارے رب کی طرف سے اتارا گیا، اس کی اتّباع کرو، اور اس کے سوا دوسرے دوستوں کی پیروی مت کرو۔ تم بہت تھوڑی سی نصیحت پکڑتے ہو۔''

اور فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ

تُرۡحَمُوۡنَ ۝﴾ (سورۃ الانعام:۱۵۵)

''یہ کتاب ہم نے برکت والی نازل کی ہے۔اس کی اتّباع کرو اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔''

اور ارشادِ ربّانی ہے:

﴿قَدۡ جَآءَكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ نُوۡرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيۡنٌ يَهۡدِىۡ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضۡوَانَهٗ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخۡرِجُهُمۡ مِّنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوۡرِ بِاِذۡنِهٖ وَيَهۡدِيۡهِمۡ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ۝﴾ (سورۃ المائدہ:۱۶)

''تمہاری طرف اللہ کے ہاں سے نور اور روشن و واضح کتاب آئی ہے۔اللہ تعالیٰ اُس کے ساتھ ان لوگوں کو ہدایت دیتا ہے،سلامتی کی راہوں کی جو اس کی رضامندی کی پیروی کرتے ہیں۔اور انہیں اپنے حکم کے ساتھ تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے اور انکی صراطِ مستقیم کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔''

اور فرمانِ الٰہی ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِالذِّكۡرِ لَمَّا جَآءَهُمۡ وَاِنَّهٗ لَكِتَابٌ عَزِيۡزٌ ۝ لَا يَاۡتِيۡهِ الۡبَاطِلُ مِنۡۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَلَا مِنۡ خَلۡفِهٖ تَنۡزِيۡلٌ مِّنۡ حَكِيۡمٍ حَمِيۡدٍ ۝﴾ (سورۃ حٰمٓ السجدہ:۴۱۔۴۲)

''بے شک وہ لوگ جنہوں نے ذکر (قرآن) کے ساتھ کفر کیا،جبکہ وہ ان کے پاس آ گیا اور وہ (ذکر) بڑی عزّت ووقعت والی کتاب ہے۔اس کے پاس آگے یا پیچھے کسی طرف سے بھی باطل نہیں آتا۔وہ حکمتوں والے اور خوبیوں والے اللہ کی اتاری ہوئی ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ کا ارشادِ حقیقت بنیاد ہے کہ اے میرے نبی (ﷺ)! کہہ دیجئے:

﴿وَاُوۡحِیَ اِلَیَّ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنُ لِاُنۡذِرَکُمۡ بِہٖ وَمَنۡۢ بَلَغَ﴾

(سورۃ الانعام:۱۹)

''اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تاکہ میں اِس کے ساتھ تمہیں ڈراؤں اور ان لوگوں کو بھی جن تک یہ پہنچے۔''

اور ربِ کائنات کا فرمانِ گرامی ہے:

﴿ہٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِیُنۡذَرُوۡا بِہٖ﴾ (سورۃ ابراھیم:۵۲)

''یہ لوگوں کو پہنچانے کے لیئے (پیغامِ الٰہی) ہے، تاکہ اس کے ساتھ وہ ڈرائے جائیں۔''

مذکورہ بالا ارشاداتِ الٰہیّہ کے علاوہ بھی اس موضوع ومفہوم کی آیات بکثرت ہیں۔

رسول اللہ ﷺ سے صحیح ثابت ایسی احادیث بکثرت ہیں جو تمسّک بالقرآن اور اسے اپنانے کا حکم دیتی ہیں اور اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جس کسی نے بھی اس قرآن کو اپنایا وہ راہِ ہدایت پا گیا اور جس نے اسے پسِ پشت ڈال دیا، ضلالت وگمراہی اُسکا مقدّر بن گئی۔ ایسی احادیث میں سے نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی صحیح وثابت ہے۔ جو آپ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا:

((اِنِّیۡ تَارِکٌ فِیۡکُمۡ مَالَنۡ تَضِلُّوۡا اِنِ اعۡتَصَمۡتُمۡ بِہٖ کِتَابُ اللّٰہِ)) لے

''میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوطی سے تھامے رہو تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے، وہ چیز کتاب اللہ ہے۔''

لے ترمذی کی ایک صحیح سند والی حدیث میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:
((اِنِّیۡ تَارِکَ فِیۡکُمۡ مَا اِنۡ تَمَسَّکۡتُمۡ بِہٖ لَنۡ تَضِلُّوۡا بَعۡدِیۡ، اَحَدُھُمَا اَعۡظَمُ مِنَ الۡاٰخَرِ، کِتَابُ اللّٰہِ، حَبۡلٌ مَمۡدُوۡدٌ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الۡاَرۡضِ وَعِتۡرَتِیۡ اَھۡلَ بَیۡتِیۡ....الخ)) (ترمذی بحوالہ =

اور اسی صحیح مسلم میں ہی رویت ہے۔حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِنِّیْ تَارِكٌ فِیْكُمْ ثَقَلَیْنِ اَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ فِیْهِ الْهُدٰی وَالنُّوْرُ فَخُذُوْابِكِتَابِ اللّٰهِ وَتَمَسَّكُوْابِهٖ....)) ۱۸

''میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جن میں سے پہلی تو اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے، اللہ کی اس کتاب کو مضبوطی سے تھامے رہو اور اسے اپناؤ اختیار کرو۔''

اپنے خطبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو تمسّک بِالکتاب پر ابھارا اور ترغیب دلائی، پھر فرمایا:

((وَاَهْلُ بَیْتِیْ، اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِیْ اَهْلِ بَیْتِیْ اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِیْ اَهْلِ بَیْتِیْ)) ۱۸

''اور میرے اہل بیت! میں تمہیں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ کیاد دلاتا ہوں۔میں تمہیں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔''

= صحیح الجامع ۱/۴۸۲،مشکوٰۃ:۶۱۴۴)
'میں تمہارے مابین ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر میرے بعد تم نے انھیں مضبوطی سے پکڑے رکھا تو ہر گز گمراہ نہ ہوگے۔ان میں سے ایک دوسری سے بڑھ کر ہے۔اللہ کی کتاب (قرآنِ کریم) جو کہ آسمان سے زمین کی طرف لٹکائی گئی ایک رسّی ہے۔اور میرے رشتہ دار، میرے اہلِ بیت (گھر والے)۔۔۔''

۱۸ ایک صحیح حدیث میں ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:
((اِنِّیْ تَارِكٌ فِیْكُمْ خَلِیْفَتَیْنِ:كِتَابَ اللّٰهِ حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ مَابَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَعِتْرَتِیْ اَهْلَ بَیْتِیْ....))الخ(مسند احمد ومعجم طبرانی بحواله صحیح الجامع ۱/۴۸۲)
''میں تمہارے مابین دو خلیفے چھوڑے جا رہا ہوں، ان میں سے ایک تو اللہ کی کتاب (قرآنِ کریم) ہے جو کہ زمین و آسمان کے مابین لٹکائی گئی ایک رسّی ہے اور میرے رشتہ دار، میرے اہل بیت (گھر والے۔۔۔)۔''

اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے قرآنِ پاک کے بارے میں ارشاد فرمایا:

((هُوَ حَبْلُ اللّٰهِ مَنْ تَمَسَّكَ بِهٖ كَانَ عَلَى الْهُدٰى وَمَنْ تَرَكَهٗ كَانَ عَلَى الضَّلَالِ)) (حدیث)

''یہ اللہ کی رسّی ہے جس نے اس کے ساتھ تمسّک کیا وہ ہدایت والا ہے اور جس نے اسے چھوڑ دیا وہ ضلالت وگمراہی کے گڑھے میں گر گیا۔''

اس مفہوم ومعنیٰ کی احادیث بکثرت ہیں۔

کتاب اللہ اور اس کے ساتھ ساتھ سنتِ رسول ﷺ سے تمسّک اور تمام فیصلہ طلب امور میں انہیں اپنا حَکم ومُنصِف بنانے کے وجوب پر اہلِ علم وایمان صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین وتبع تابعین رحمہم اللہ کے اجماع پر کافی وشافی دلائل موجود ہیں۔ البتہ یہاں ان کا ذکر کرنا باعثِ طوالت ہوگا۔

ماٴخذِ ثانی ❖ حدیثِ شریف:

شریعتِ اسلامیہ کے پہلے تین متّفق علیہ مآخذ ومصادر میں سے دوسرا ماٴخذ رسول اللہ ﷺ کی صحیح وثابت شدہ قولی، فعلی اور تقریری حدیث (سنت) ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد آنے والے لوگوں کا ہمیشہ اس اصلِ اصیل پر ایمان رہا ہے۔ وہ اس سے حُجّت پکڑتے آئے اور اُمت کو اس کی تعلیم دیتے رہے ہیں۔ اس موضوع پر انہوں نے بیشمار کتابیں لکھی ہیں اور اصولِ فقہ ومصطلحات کی کتابوں میں اس کی خوب وضاحت کی ہے اور اس کے دلائل اس قدر بکثرت ہیں کہ انکا حصر واحاطہ کرنا ناممکن ہے۔

حُجّیتِ حدیث کے دلائل:

سنّت وحدیثِ رسول ﷺ کے دوسرا مصدرِ شریعت اور حُجّیت ہونے کے دلائل میں سے کتاب اللہ کی وہ آیات دلالت کناں ہیں، جن میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی اتّباع

واطاعت کا وجوبی حکم دیا ہے۔اور اس حکم کے مخاطب آپ ﷺ کے اہلِ عصر صحابہ رضی اللہ عنہم، غیر صحابہ اور اُن کے بعد آنے والے سب ہی انسان ہیں، کیونکہ آپ ﷺ ان سب کے رسول ہیں۔اور قیامت تک آنے والے سب لوگ آپ ﷺ کی اتبّاع واطاعت پر مامور ہیں۔نیز اس لیئے بھی کہ رسول اللہ ﷺ ہی کتاب اللہ کے مفسّر اور اس میں پائے جانے والے اِجمال کی اپنے قول اور تقریر سے تفصیل بتانے والے ہیں۔

کتابُ اللہ میں:

اگر سنّت نہ ہوتی تو مسلمانوں کو نمازوں کی رکعتوں کی تعداد، نماز پڑھنے کے طریقے اور اس میں سے واجب وغیر واجب کا علم نہ ہو پاتا، نہ انہیں روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد، اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے احکام کی تفصیلات معلوم ہوتیں۔اور نہ ہی ان کو معاملات ومحرّمات کے احکامات اور اُن کے ساتھ واجب کی گئی حدود وتعزیرات کی تفصیلات کا پتہ چل سکتا۔ اس سلسلہ میں وارد ارشاداتِ ربّانی میں سے ایک سورۃ آل عمران کی یہ آیت ہے:

﴿اَطِيْعُوااللّٰه وَاَطِيْعُواالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ٥﴾

(سورة آل عمران:۱۳۲)

”اللہ اور اسکے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو تاکہ تم رحم کیئے جاؤ۔“

اور سورۃ النسآء میں ارشاد ہے:

﴿اَطِيْعُوااللّٰه وَاَطِيْعُواالرَّسُوْلَ وَاُوْلِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِىْ شَيْئٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰـهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِااللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا٥﴾

(سورة النسآء:۵۹)

”اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اور

اپنے حکّام کی اور اگر تم کسی چیز میں اختلاف کا شکار ہو جاؤ، تو فیصلہ کے لیئے اسے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی طرف لوٹا دو۔ اگر تم اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ جزاء میں بہتر اور احسن ہے۔''

اور سورۃ النسآء میں ہی یہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَا اَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًاؕ﴾

(سورة النسآء:۸۱)

''اور جس نے روگردانی کی پس ہم نے آپ (ﷺ) کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔''

اگر سنّتِ رسول ﷺ سے محبت نہیں یا (فتنۂ انکارِ حدیث کے پرچارک، منکرِ حدیث کے بقول) تمام ذخیرۂ حدیث غیر محفوظ ہے تو پھر آپ ﷺ کی اطاعت کیسے ممکن ہے؟ اور کسی متنازع فیہ مسئلہ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی عدالت میں کیسے اٹھایا جا سکتا ہے؟ اس طرح تو گویا اللہ نے ہمیں ایک ایسی چیز کی طرف ریفر کیا اور پھیرا ہے جسکا کوئی وجود ہی نہیں۔ اور یہ قول بہت بڑا باطل اور جھوٹ کا پلندا ہے اور اللہ کے ساتھ کفرِ عظیم اور اللہ سے بدظنی کے مترادف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ النحل میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَؕ﴾ (سورة النحل:۴۴)

''اور ہم نے آپ (ﷺ) کی طرف ذکر اتارا تا کہ آپ لوگوں کو وہ چیز واضح کر کے سمجھائیں جو ان کی طرف نازل کی گئی تا کہ وہ تفکّر وتدبّر کریں۔''

اور اسی سورۃ میں ہی فرمانِ گرامی ہے:

﴿وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتَابَ اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَهُمُ الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِیْهِ وَهُدًی وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۝﴾ (سورۃ النحل: ۶۴)

''نہیں اتاری ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب سوائے اس کے کہ آپ (ﷺ) لوگوں کے لیئے ان امور کو بیان کریں جن میں وہ اختلاف کا شکار ہوئے، وہ کتاب اہلِ ایمان قوم کے لیئے سر چشمۂ ہدایت اور منبعِ رحمت ہے۔''

اگر سنّتِ رسول ﷺ کا کوئی وجود ہی نہیں ہے، یا وہ حُجّت نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر نازل کیئے گئے قرآن اور احکام کی وضاحت کرنا اپنے رسول ﷺ کے ذمّے کیونکر لگا رہا ہے؟

ایسے ہی سورۃ النور میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَیْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ وَاِنْ تُطِیْعُوْهُ تَهْتَدُوْا وَمَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ۝﴾ (سورۃ النّور: ۵۴)

''کہہ دیجیئے کہ اللہ اور اُس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اور اگر تم پھر جاؤ تو آپ (ﷺ) کے ذمّے وہی ہے جو آپ (ﷺ) اٹھوائے گئے۔ اور تم لوگوں کے ذمّے وہ ہے جو تم اٹھوائے گئے ہو۔ اور اگر آپ (ﷺ) کی اطاعت کرو تو ہدایت پاؤ گے اور نہیں ہے رسول ﷺ پر سوائے ظاہر پہنچا دینے کے۔''

اور اِسی سورۃ النّور میں دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ

تُرْحَمُوْنَ﴾ (سورۃ النّور: ۵۶)

''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو تا کہ تم رحم کیئے جاؤ۔''

اور سورۃ الاعراف میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعاً الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمَاتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ (سورہ الاعراف:۱۵۸)

''(اے میرے پیغمبر!) کہہ دیجیئے کہ میں تمہاری طرف اُس اللہ کا رسول ہوں جس کے لیئے ارض وسماء کی بادشاہت ہے۔اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ جلاتا اور مارتا ہے۔پس تم اللہ اور اس کے رسول و نبیٔ امّی (ﷺ) پر ایمان لاؤ۔وہ نبی جو اللہ اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتا ہے، اُس کی اطاعت کرو تا کہ تم ہدایت پاؤ۔''

ان مذکورہ آیات میں اس بات پر واضح دلالت موجود ہے کہ ہدایت ورحمت کا دارومدار نبی اکرم ﷺ کی اتّباع واطاعت پر ہے۔اور آپ ﷺ کی سنّت پر عمل پیرا ہوئے بغیر یا (منکرینِ حدیث کے بقول) یہ کہتے ہوئے کہ ''سنّت کی صحت مشکوک ومعدوم ہے'' یا یہ کہ ''اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا'' اس طرح نبی ﷺ کی اتّباع واطاعت کیسے ممکن ہے؟

جب کہ سورۃ النّور میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (سورۃ النّور:۶۳)

''ان لوگوں کو ڈرنا چاہیئے جو نبی (ﷺ) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ انہیں کوئی فتنہ نہ گھیر لے یا وہ دردناک عذاب کا شکار نہ ہو جائیں۔''

اور سورۃ الحشر میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَمَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ (سورۃ الحشر:۷)

''رسول اللہ (ﷺ) جو حکم دیں اُسے اپناؤ اور جس چیز سے روکیں اُس سے باز آجاؤ۔ اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ تعالیٰ سخت عقاب و عذاب والا ہے۔''

اِسی معنیٰ و مفہوم کی آیات بکثرت ہیں اور وہ سب بھی نبی ﷺ کی اطاعت اور آپ ﷺ کے لائے ہوئے تمام احکام کی اتّباع کے وجوب پر اُسی طرح دلالت کرتی ہیں جیسا کہ کتاب اللہ کی اتّباع و اطاعت، اُس کے ساتھ تمسّک و تعلق اور اُس کے اوامر و نواہی کی اطاعت کے وجوب پر دلائل گزرے ہیں۔ یہ دونوں ماخذ کتاب اللہ اور سنّتِ رسول ﷺ باہم دیگر لازم و ملزم ہیں۔ جس نے ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار کیا اُس نے دوسرے کا بھی انکار کیا اور اُسے جھٹلایا۔ وہ اہلِ علم و ایمان کے نزدیک متّفقہ طور پر کفر اور ضلالت و گمراہی پر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

حدیثِ نبوی ﷺ میں:

رسول اللہ ﷺ سے تواتر کی حد تک پہنچی ہوئی بکثرت احادیث موجود و مروی ہیں جو آپ ﷺ کی اطاعت، آپ ﷺ کے لائے ہوئے احکام کی اتّباع اور آپ ﷺ کی معصیّت و نافرمانی کی تحریم کے بارے میں ہیں، یہ احکام زمانۂ نبوت کے لوگوں سے لے کر قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لیئے ہیں۔ چنانچہ صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ))[19]

''جس نے میری اطاعت کی، اُس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی، اُس نے اللہ کی نافرمانی کی۔''

اور صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((کُلُّ اُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ اِلَّا مَنْ اَبٰی قِیْلَ:یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! وَمَنْ یَّاْبٰی قَالَ(ﷺ):مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّۃَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی)) [20]

''میری امت کے تمام لوگ جنت میں جائیں گے سوائے اس کے جس نے انکار کیا۔ کہا گیا یا رسول اللہ ﷺ! انکار کون کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنّت میں داخل ہو گیا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔''

امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں امام ابوداؤدؒ نے اپنی سنن اور امام حاکمؒ نے اپنی مستدرک میں صحیح اسناد کے ساتھ حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے۔ وہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَلَآ اِنِّیْ اُوْتِیْتُ الْکِتَابَ وَمِثْلَہٗ مَعَہٗ اَلَآ یُوْشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانٌ عَلٰی اَرِیْکَتِہٖ یَقُوْلُ:عَلَیْکُمْ بِھٰذَاالْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْ تُّمْ فِیْہِ مِنْ

---

[19] بخاری، مختصر مسلم: ۱۲۲۳، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد. صحیح الجامع ۲/۱۰۴۴، ارواء الغلیل: ۳۹۴

[20] صحیح بخاری، صحیح الجامع ۲/۸۳۱

حَلَالٍ فَاَحِلُّوْهُ وَمَا وَجَدْتُّمْ فِيْهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْهُ)) [۲۱]

خبردار مجھے کتاب (قرآنِ پاک) اوراس کی مثل (حدیث وسنّت) دی گئی ہے۔خبردار! قریب ہے کہ ایک شکم سیر آدمی آراستہ پاراستہ تخت پر بیٹھا کہے گا: تم اس قرآن کومضبوطی سے پکڑے رکھو۔اس میں جو چیز حلال ہے اسے حلال جانو اور جو چیز حرام ہے اسے حرام سمجھو۔''

امام ابوداؤد اور ابن ماجہ نے صحیح سند کے ساتھ روایت نقل کی ہے،حضرت ابن ابی رافع رضی اللہ عنہ اپنے باپ اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَااُلْفِيَنَّ اَحَدُكُمْ مُتَّكِئًا عَلٰى اَرِيْكَتِهٖ يَاْتِيْهِ الْاَمْرُ مِنْ اَمْرِیْ مِمَّا اَمَرْتُ بِهٖ اَوْنَهَيْتُ عَنْهُ فَيَقُوْلُ لَانَدْرِیْ مَاوَجَدْنَا فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ اِتَّبَعْنَاهُ)) [۲۲]

---

[۲۱] مسند احمد، ابو داؤد، مستدرک حاکم

فتنۂ انکارِ حدیث: یہ اوراس سے اگلی حدیث میں وارد بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئیوں میں سے ایک پیش گوئی ہے۔زبانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے نکلی ہوئی یہ بات ماضی قریب (چودھویں صدی) کے جس شخص پر مِن وعَن پوری اتری وہ برِّصغیر میں فتنۂ انکارِ حدیث کا محرّکِ اوّل اور ماہنامہ طلوعِ اسلام (لاہور) والے پرویز احمد کا روحانی پدر عبداللہ چکڑالوی ہے۔معروف ہے کہ اس نے عین اسی ہیئتِ کذائی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا انکار کیا تھا اور مرنے تک مسلمانوں کو سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہٹانے میں کوشاں رہا۔اسکے بعد اسکی روحانی اولاد (منکرینِ حدیث) اس ''کارِخیر'' میں اپنی ایڑی چوٹی کا زور اور توانائیں صرف کررہے ہیں جنکی زمام پرویز احمد کے ہاتھ میں رہی ہے اور جنکا آرگن وترجمان ماہنامہ ''طلوعِ اسلام'' ہے۔مسلمانوں کو انکی فسوں کاری اور فتنہ پردازی سے بچ کے رہنا چاہیئے۔یادرہے کہ کچھ عرصہ پہلے یہ پرویز احمد اس دنیا سے سدھار گیا ہے۔اب انکے چیلے چانٹے سَرگرمِ عمل ہیں۔کویت میں انکی کافی تعداد اور سرگرمیاں تیز ہوگئی تھیں۔بالآخر حال ہی میں کویت کے دارالافتاء نے انکے لٹریچر سے انکے عقائد کے پیشِ نظر اس گروہ کو کافر قرار دیا ہے۔(مترجم)

[۲۲] ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان، مسنداحمد، مستدرک حاکم. صحیح الجامع ۲/۱۲۴۰، مشکوٰۃ: ۱۶۲

’’تم یقیناً ایک آدمی کو اپنے مزیّن و آراستہ تخت پر گاؤ تکیہ سے ٹیک لگائے بیٹھا پاؤ گے، اس کے پاس میرے احکام میں سے کوئی حکم یا میرے منع کردہ امور میں سے کوئی امر آئے گا، وہ کہہ دیگا: ہم کچھ نہیں جانتے ہم نے جو کچھ کتاب اللہ میں پایا اُسی کی ہم نے اتّباع کرنی ہے۔‘‘

اور حسن بن جابر رضی اللہ عنہ سے صحیح اسناد کے ساتھ مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا:

((حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم یَوْمَ خَيْبَرَ اَشْيَاءَ ثُمَّ قَالَ: يُوْشِكُ اَحَدُكُمْ يُكَذِّبُنِيْ وَهُوَ مُتَّكِئٌ يُحَدَّثُ بِحَدِيْثِيْ فَيَقُوْلُ: بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللّٰهِ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهِ مِنْ حَلَالٍ اِسْتَحْلَلْنَاهُ وَمَا وَجَدْنَا فِيْهِ مِنْ حَرَامٍ حَرَّمْنَاهُ اَلَآ اِنَّ مَاحَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مِثْلَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ)) ۲۳

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے دن بعض اشیاء کو حرام قرار دیا پھر فرمایا: قریب ہے کہ تم میں سے کوئی مجھے جھٹلائے، وہ تکیہ لگائے بیٹھا ہوگا، اسے میری حدیث سنائی جائیگی تو وہ کہے گا: ہمارے مابین کتاب اللہ موجود ہے، اُس میں سے ہم نے جو چیز حلال پائی اسے حلال سمجھا اور جو حرام پائی اسے حرام جانا۔ خبردار! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حرام کردہ بالکل اُسی طرح ہے جیسے کوئی چیز اللہ کی حرام کردہ ہے۔‘‘

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بشکلِ تواتر بکثرت احادیث ملتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ وصیّت فرمایا کرتے تھے کہ جو یہاں موجود ہیں وہ غیر حاضر و غیر موجود لوگوں کے

۲۳ ابو داؤد، مسند احمد، مستدرک حاکم. صحیح الجامع ۲/ ۱۳۶۰، مشکوٰۃ: ۱۶۳

پاس جائیں تو میری بات انھیں بھی پہنچائیں۔

اور آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

((رُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعَىٰ مِنْ سَامِعٍ)) [۲۴]

''اکثر وہ لوگ جن کو بات پہنچائی جاتی ہے وہ اپنے کانوں سننے والوں سے بھی زیادہ یادداشت والے ہوتے ہیں۔''

جیسا کہ صحیحین میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر (یوم عرفہ اور یوم نحر کو) جو خطبہ دیا، اس میں لوگوں سے فرمایا:

((فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَرُبَّ مَنْ يُبَلِّغُهُ اَوْعٰى لَهٗ مِمَّنْ سَمِعَهٗ))

(صحیح بخاری ومسلم)

''جو لوگ حاضر ہیں وہ غیر موجود لوگوں کو میرا پیغام پہنچائیں۔ اکثر وہ لوگ گوش شنیدہ لوگوں سے زیادہ یادداشت والے ہوتے ہیں۔''

اگر آپ ﷺ کی سنّت بلا واسطہ خود اپنے کانوں سے سننے والے اور بالواسطہ سننے والے کے لیئے حُجّت نہ ہوتی اور یہ قیامت تک کے لیئے باقی اور واجبُ العمل نہ ہوتی تو آپ ﷺ اس کی تبلیغ کرنے اور اسے دوسروں تک پہنچانے کا حکم نہ فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس نے نبی اکرم ﷺ کی زبانِ مقدّس سے بلا واسطہ خود سنا ہو اور وہ شخص جس تک صحیح اسانید کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کی سنّت (حدیث) نقل کی گئی ہو۔ ان دونوں طرح کے لوگوں پر سنّت کی حجّت قائم ہوگئی۔

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ ﷺ کی قولی وفعلی سنّت کو خود محفوظ کیا اور وہ اپنے تابعین تک پہنچائی، اور تابعینِ کرامؒ نے اپنے بعد آنے والوں

---

[۲۴] ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد. صحیح الجامع ۲/۱۱۴۵، صحیح الترغیب: ۸۹

تک پہنچائی اور اسی طرح ہی ثقہ علماءِ کرام اسے نسل در نسل اور صدی درصدی نقل کرتے آئے ہیں۔اسے اپنی کتابوں میں جمع کیا،اس میں سے صحیح وسقیم کی چھان پھٹک کی اور صحیح وضعیف کی معرفت حاصل کرنے کے لیئے ایسے قواعد وقوانین اور ضابطے وضع کیئے جو ان کے مابین معروف تھے۔

اہلِ علم نے کتبِ سنّت میں سے صحیحین کو ہاتھوں ہاتھ لیا ہے اور اسے پوری طرح یوں محفوظ کرلیا جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآنِ کریم کو،کھیل تماشہ بنانے والوں کی دست بُرد،مُلحدین کے الحاد اور باطل پردازوں کی تحریف سے بچایا ہوا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کا وہ ارشادِ گرامی صادق رہے،جس میں اس نے فرمایا ہے:

﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ﴾ (سورۃ الحجر:۹)

''ہم نے ذکر(قرآنِ پاک) کو اتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

اور اس میں بھی کوئی شک وشبہہ نہیں کہ سنّتِ رسول ﷺ بھی **مُنَزَّلَ مِنَ اللّٰہ** وحی ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی اُسی طرح محفوظ رکھا جیسے اپنی کتاب کی حفاظت فرمائی۔

سنّت کی حفاظت کے لیئے اللہ تعالیٰ نے نقّاد علماءِ کرام منتخب فرمائے جو اس سے باطل پردازوں کی تحریف اور جہالتِ جہلاء کی نفی کرتے ہیں،اور مُلحدوں،کذّابوں اور جاہلوں نے سنّتِ نبویہ **علٰی صاحبھا افضل الصّلوات واتمّ التّسلیم** پر جو کیچڑ اچھالنا چاہا وہ ان کا دفاع کرتے ہیں۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سنّت کو اپنی کتاب قرآنِ کریم کی تفسیر اور اس کے مجمل احکام کی تفصیل بنایا ہے۔اور کئی نئے احکام بھی اس میں شامل کر دیئے ہیں جن کی قرآنِ کریم میں کوئی نص موجود نہیں،جیسے احکامِ رضاعت کی تفصیل،وراثت کے بعض احکام،پھوپی،بھتیجی اور خالہ بھانجی کو بیک وقت نکاح میں رکھنے کی تحریم اور ایسے ہی کئی دیگر احکام جو سنّت وحدیثِ نبوی ﷺ میں تو موجود ہیں لیکن کتابُ اللہ میں ان کا کوئی ذکر نہیں۔

وُجوبُ العمل بالسنّۃ (بالحدیث)

یہاں ہم بعض ایسے آثار ذکر کررہے ہیں جو حدیث وسنّت کی تعظیم اور وجوبُ العمل بالسنّہ سے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعینِ عظام اور اُن کے بعد آنے والے اہلِ علم سے مروی ہے۔

آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی روشنی میں:

(۱) صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، وہ کہتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور بعض عرب مرتد ہوگئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ)

''جس کسی نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا میں اس سے جنگ کروں گا۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا کہ آپ ان مرتدّوں کے ساتھ کیسے جنگ کرسکتے ہیں؟ جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

(اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِذَا قَالُوْهَا عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَائَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ)[۲۵]

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کے ساتھ اُس وقت تک جنگ کروں جب تک کہ وہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه نہ کہہ دیں اور جب وہ یہ اقرارِ توحید کرلیں تو انہوں نے مجھ سے اپنے جان ومال محفوظ کرلیئے سوائے کسی حق (قصاص

[۲۵] صحیحین وسنن اربعہ، مستدرک حاکم ۔یہ حدیث متواتر ہے۔صحیح الجامع ۱/۲۹۲، ۲۹۳، الصحیحہ: ۳۰۳، ۳۰۴، ۴۰۷، ۴۰۸

وغیرہ) کے اور انکا (اخروی) حساب اللہ کے پاس ہے۔" ۲۶

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(اَلَيْسَ الزَّكٰوةُ مِنْ حَقِّهَا وَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُوْنِیْ عِقَالًا كَانُوْا يُؤَدُّوْنَهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰى مَنْعِهَا)

"کیا زکوٰۃ اس کے حق میں سے نہیں؟ اللہ کی قسم! اگر انہوں نے اُونٹ کا ایک گھٹنا باندھنے والی رَسی بھی مجھ سے روکی جو وہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں اس پر اُن سے جنگ کروں گا۔"

حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تب مجھے علم ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے قتال کے لیۓ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا ہے۔ اور مجھے علم ہوگیا کہ حق بھی یہی ہے۔ دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین نے بھی اس معاملہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پیروی کی اور مرتدّین کے ساتھ قِتال و جہاد کیا، یہاں تک کہ انھیں واپس اسلام میں لوٹایا اور جو ارتداد پر مُصرّ رہا، اسے قتل کر دیا۔ (بخاری و مسلم)

اس واقعہ میں سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور اس کے واجبُ العمل ہونے کی واضح دلیل موجود ہے۔

(۲) ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک دادی آئی جو پوتے کی وراثت سے اپنے حصے کے متعلق پوچھ رہی تھی۔ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے اُسے کہا: کتابُ اللہ کی رو سے تو تیرے حصے میں کچھ نہیں آتا اور میں یہ نہیں جانتا کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرے لیۓ کسی حصّے کا

۲۶ ایک مصری عالم عزلدّین بلیق نے اس متواتر حدیث کو اپنے بعض نظریات کے تحفظ کیلیۓ ردّ کیا ہے۔ جبکہ صحیح حدیث کو ردّ کرنے والے کے بارے میں شرعی حکم معروف ہے۔ (دیکھیۓ: سابقہ صفحہ) اور جو شخص صحیح وثابت سے بھی اعلیٰ درجے کی "متواتر" حدیث کا انکار کر دے۔ اسکا ٹھکانا کیا ہوگا؟ یہ کتنی مضحکہ خیز اور باعثِ آہ وبکاء حرکت ہے۔ (منقول از صحیح الجامع ۲۹۲/۱، [حاشیہ]۔ مترجم)

فیصلہ فرمایا ہو، البتہ میں لوگوں سے پوچھوں گا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے دریافت فرمایا، تو ان میں سے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کے سامنے اس بات کی شہادت دی کہ نبی اکرم ﷺ نے دادی کو چھٹا حصّہ (1/6) عطاء فرمایا ہے۔ یہ شہادت مل جانے پر انہوں نے بھی دادی کے لیئے یہی فیصلہ صادر فرمایا۔

(۳) حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ اپنے عمل (گورنروں، قاضیوں اور کارندوں) کو یہ وصیّت فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کریں اور اگر کسی قضیہ (کیس) کی نصوص کتابُ اللہ میں موجود نہ ہوں تو فیصلہ کرنے کے لیئے سنّتِ رسول ﷺ کو پیشِ نظر رکھیں۔

(۴) جب **املاص المرأة** ''یعنی کسی کا حاملہ عورت پر زیادتی کرنا جس سے اسکا حمل ساقط ہو جائے'' کے حکم میں حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کو اشکال ہوا تو انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس سلسلہ میں دریافت فرمایا، حضرت محمد بن مسلمہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما نے ان کے پاس یہ شہادت دی کہ نبی اکرم ﷺ نے ایسے کیس میں زیادتی کرنے والے پر بطورِ حرجانہ ایک غلام یا ایک لونڈی دینے کا حکم فرمایا ہے تو حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی یہی فیصلہ کیا۔

(۵) جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ''**اعتداد المرأة**'' کے حکم میں اشکال ہوا کہ وہ اپنے شوہر کی وفات کے بعد کب تک اُس گھر میں رہے؟ تو انھیں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی بہن فریعہ بنت مالک بن سنان رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ نبی اکرم ﷺ نے اسے حکم فرمایا تھا کہ نوشتۂ تقدیر کے اپنی اجل (مدت) کو پہنچنے تک اپنے شوہر کے گھر میں رہے۔ یہ سن کر حضرت ذوالنّورین رضی اللہ عنہ نے بھی یہی فیصلہ صادر فرمایا۔

(۶) اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ پر شراب نوشی کی حد قائم کرنے میں سنّتِ رسول ﷺ کے مطابق فیصلہ کیا۔

(۷) جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حجِ تمتّع سے روکتے ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حجِ تمتّع کی نیّت کرلی اور فرمایا:

(لَاَدَعُ سُنَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لِقَوْلِ اَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ)

''لوگوں میں سے کسی کے قول کے پیچھے لگ کر میں سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔''

(۸) جب کچھ لوگوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پر حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے قول کی بناء پر حجِ مفرد کو پسند کرنے کی حجّت قائم کرنا چاہی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

(يُوْشِكُ اَنْ تَنْزِلَ عَلَيْكُمْ حِجَارَةٌ مِّنَ السَّمَآءِ اَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَتَقُوْلُوْنَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ)

''قریب ہے کہ تم پر آسمان سے پتھر برسیں، میں کہتا ہوں کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور تم کہتے ہو کہ ابوبکر عمر (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا۔''

جب حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے قول کی بناء پر سنّت کی مخالفت کرنے والوں پر سزائے آسمانی کے نازل ہونے کے خدشے کا اظہار کیا جا رہا ہے، تو اس شخص کا کیا حال ہوگا جو ان دونوں کے سوا کسی دوسرے (غیر خلیفہ وغیر صحابی) شخص کے قول کی بناء پر یا محض اپنی ذاتی رائے واجتہاد کے بل بوتے پر سنّت کی مخالفت کرے۔

(۹) جب بعض لوگوں کا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ کسی سنّت کے معاملہ میں تنازعہ ہوا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

(هَلْ نَحْنُ مَاْمُوْرُوْنَ بِاِتِّبَاعِ النَّبِيِّ اَمْ بِاِتِّبَاعِ عُمَرَ)

''کیا ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتّباع پر مامور ہیں یا کہ اتّباعِ عمر رضی اللہ عنہ پر؟''

(۱۰) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کوئی سنّت بیان کررہے تھے کہ کسی نے کہا: ''ہمیں کتاب اللہ سے کچھ بتائیے۔ تو حضرت عمران رضی اللہ عنہ غضب ناک ہوگئے اور فرمایا:

(اِنَّ السُّنَّةَ هِيَ تَفْسِيْرُ كِتَابِ اللّٰهِ وَلَوْلَا السُّنَّةُ لَمْ نَعْرَفْ اَنَّ الظُّهْرَ اَرْبَعٌ وَالْمَغْرِبَ ثَلَاثٌ وَالْفَجْرَ رَكْعَتَانِ وَلَمْ نَعْرَفْ اَحْكَامَ الزَّكٰوةِ)

''بے شک سنّتِ رسول ﷺ کتابُ اللہ کی تفسیر ہے، اور اگر سنت نہ ہوتی تو ہمیں یہ بھی معلوم نہ ہو پاتا کہ ظہر کے چار، مغرب کے تین اور فجر کے دو فرض ہیں اور نہ ہی ہمیں احکامِ زکوٰۃ کا پتہ چلتا۔''

ایسے ہی دیگر احکام کی تفصیلات بھی سنّت (حدیث) میں موجود ہیں۔

تعظیمِ سنّت، اُس پر عمل کے وجوب اور اس کی مخالفت سے تحذیر وتنبیہ پر دلالت کرنے والے ایسے ہی بے شمار واقعات وقضیئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے منقول ہیں۔

(۱۱) ایسے ہی قضیہ جات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جب نبی اکرم ﷺ کی یہ حدیث بیان کی:

(لَا تَمْنَعُوْا اِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ)

''اللہ کی بندیوں (عورتوں) کو اللہ کی مسجدوں میں جانے سے نہ روکو۔''

اس پر اُن کے کسی بیٹے (بلال) نے کہا: اللہ کی قسم! ہم انہیں روکیں گے، تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس پر سخت غضب ناک ہوئے، اسے سخت سُست کہا اور یہ بھی کہا:

((اَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَتَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَنَمْنَعُهُنَّ))

''میں کہہ رہا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (کہ نہ روکو) اور تم کہتے ہو کہ اللہ کی قسم! ہم انہیں روکیں گے۔''

(۱۲) حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ، جو اصحابِ رسول ﷺ میں سے تھے، انہوں نے جب اپنے کسی قریبی رشتہ دار کو غلیل کے ساتھ نشانہ بازی کرتے ہوئے دیکھا تو اس سے روکا اور اسے کہا:

((اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَهٰی عَنِ الْخَذَفِ وَقَالَ اِنَّهٗ لَا یُصِیْبُ صَیْداً وَلَا یَنْکَأُ عُدُوًّا وَلٰکِنَّهٗ یُکَسِّرُ السِّنَّ وَیَفْقَأُ الْعَیْنَ)) (حدیث)

''نبی اکرم ﷺ نے غلیلہ بازی سے منع کیا اور فرمایا یہ نہ تو شکار کو مار سکتا ہے نہ ہی دشمن کی خونریزی (قتل یا زخمی) کرنے کی صلاحیّت رکھتا ہے، سوائے اس کے کہ یہ دانت توڑتا اور آنکھ پھوڑتا ہے۔''

یہ خبر دے چکنے کے بعد پھر کبھی اپنے اُس عزیز کو غلیلہ مارتے دیکھا تو کہا:

((وَاللّٰهِ لَاُکَلِّمَنَّكَ اَبداًاُخْبِرُكَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰی عَنِ الْخَذَفِ ثُمَّ تَعُوْدُ))

''اللہ کی قسم! میں تجھ سے کبھی نہیں بولوں گا، میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ غلیلہ بازی سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ اور تو (سن چکنے کے بعد) پھر اسی کام کا اعادہ کرتا ہے۔''

آثارِ تابعین و آئمہ رحمہم اللہ کی روشنی میں

(۱) امام بیہقیؒ نے جلیل القدر تابعی حضرت ایّوب سختیانیؒ کے یہ الفاظ نقل کیئے ہیں:

(اِذَا حَدَّثْتَ الرَّجُلَ بِسُنَّةٍ فَقَالَ دَعْنَا مِنْ هَذَا وَاَنْبِئْنَا عَنِ الْقُرْآنِ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ ضَآلٌّ)

''جب آپ کسی کے سامنے سنت کا بیان کریں اور وہ کہے کہ اسے چھوڑو، مجھے قرآن سے کچھ بتاؤ تو سمجھ لیں کہ وہ شخص گمراہ ہے۔''

(۲) امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں:

(اَلسُّنَّةُ قَاضِيَةٌ عَلٰى الْكِتَابِ)

''سنّتِ رسول ﷺ کتاب اللہ پر فیصلہ دینے والی ہے۔''

امام اوزاعیؒ نے یہ نہیں کہا کہ اَلْكِتَابُ قَاضِیٌ عَلٰى السُّنَّةِ کہ کتاب اللہ، سنّت پر فیصلہ دینے والی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سنّت (حدیث) میں ہر چیز کا بیان بالتفصیل موجود ہے۔ جو کہ کتاب اللہ میں صرف بالاجمال ہے۔ اور وہ چیز جسے کتاب اللہ نے مطلق بیان کیا ہے، سنّتِ رسول ﷺ نے اس کی تقیید کی ہے۔ اور بعض ایسے احکام بھی سنّت میں موجود ہیں جن کا کتاب اللہ میں سرے سے ذکر ہی نہیں ہے۔ جیسا کہ ارشادِ ربّانی ہے:

﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ (سورة النحل: ۴۴)

''ہم نے آپ (ﷺ) پر ذکر (قرآن) اتارا کہ آپ (ﷺ) لوگوں پر نازل شدہ کتاب کی وضاحت کریں تا کہ وہ کچھ سوچ بچار کریں۔''

اور نبی اکرم ﷺ کی یہ حدیث پہلے بھی گزری ہے:

((اَلَآ اِنِّی اُوْتِيْتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ))[۲۷]

''خبردار! مجھے کتاب (قرآن) اور اس کے ساتھ ہی اس کی مثل (حدیث) بھی دی گئی ہے۔''

(۳) امام بیہقیؒ نے حضرت عامر شعبیؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے بعض لوگوں سے کہا:

(اِنَّمَا هَلَكْتُمْ فِیْ حِيْنِ تَرَكْتُمُ الْاٰثَارَ)

''تم لوگ جب آثار کو چھوڑ دو گے تو ہلاک ہو جاؤ گے۔''

---

[۲۷] دیکھیے: ص ۷۵-۷۶، تخریج ۲۱

اور الآ ثار سے صحیح احادیث مراد ہیں۔

(۴) امام بیہقیؒ نے ہی امام اوزاعیؒ سے نقل فرمایا ہے کہ انہوں نے اپنے کسی ساتھی سے مخاطب ہو کر فرمایا:

(اِذَا بَلَغَكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَدِيْثٌ فَاِيَّاكَ اَنْ تَقُوْلَ بِغَيْرِهٖ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ مُبَلِّغاً عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى)

''جب تمہیں نبی اکرم ﷺ کی کوئی حدیث پہنچ جائے تو خبردار! اس کے سوا کسی دوسرے کے قول کو مت اختیار کرو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ تو اللہ کی طرف سے مبلّغ تھے۔''

(۵) بیہقی میں ہی جلیل القدر امام حضرت سفیان بن سعید ثوریؒ کا ارشاد ہے:

(اِنَّمَا الْعِلْمُ بِالْآثَارِ)

''اصل علم تو علمِ آثار (علمِ حدیث) ہی ہے۔''

(۶) امامِ دارُالہجرت حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں:

(مَامِنَّا اِلَّا رَادٌّ وَمَرْدُوْدٌ عَلَيْهِ اِلَّا صَاحِبُ هٰذَا الْقَبْرِ (وَيُشِيْرُ اِلٰى قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ)

''ہم میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں جو ردّ نہ کرے یا جس پر اس کی بات ردّ نہ کی جاسکتی ہو۔سوائے اس قبر والے کے۔(اور یہ کہتے ہوئے وہ نبی اکرم ﷺ کی قبرِ مبارک کی طرف اشارہ کیا کرتے تھے)۔''

(۷) امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں:

(اِذَا جَاءَ الْحَدِيْثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَعَلَى الرَّأْسِ وَالْعَيْنِ)

''جب رسولُ اللہ ﷺ کی حدیث آجائے تو وہ بسر وچشم ہے۔''

(۸) امام شافعیؒ کا فرمان ہے:

(مَتیٰ رُوِیتُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ حَدِیْثاً صَحِیْحاً فَلَمْ آخُذْ بِہٖ فَاُشْھِدُکُمْ اَنَّ عَقْلِی قَدْ ذَھَبَ)

''جب مجھے رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث پہنچ جائے، پھر بھی میں اسے نہ لوں۔(اس پر عمل پیرا نہ ہوں) تو میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ (سمجھ لو کہ) میری عقل کا جنازہ نکل گیا ہے۔''

اور انہی امام شافعیؒ کا ہی ارشاد ہے:

(اِذَا قُلْتُ قَوْلًا وَجَاءَ الْحَدِیْثُ بِخِلَافِہٖ فَاضْرِبُوْا بِقَوْلِی الْحَائِطَ)

''جب میں کوئی بات کہوں اور نبی اکرم ﷺ کی حدیث اس کے مخالف آجائے تو میرے قول کو دیوار پر دے مارو۔''

(۹) امام احمد بن حنبلؒ نے اپنے کسی مصاحب سے کہا:

(لَاتُقَلِّدْنِیْ وَلَا تُقَلِّدْ مَالِکاً وَلَا الشَّافِعِیَّ وَخُذْ مِنْ حَیْثُ اَخَذْنَا)

''میری تقلید مت کرو اور نہ ہی مالکؒ و شافعیؒ کے مقلّد بنو بلکہ اسی چشمۂ صافیہ (سنتِ نبویہ ﷺ) سے ہدایت حاصل کرو، جہاں سے ہم نے لی ہے۔''[۲۸]

امام احمد بن حنبلؒ ہی فرماتے ہیں:

۲۸ معروف آئمۂ مذاہبِ اربعہ اور دیگر آئمّہ وعلماء کے اتّباعِ کتاب وسنّت اور ترکِ تقلید کا پتہ دینے والے مستند اقوال کی باحوالہ تفصیل کیلیۓ محدّثِ عصر علاّمہ البانی کی کتاب ''صفۃ صلوٰۃ النبی ﷺ'' کے طویل و وقیع مقدمہ کا مطالعہ مفیدِ مطلب ہے۔ یہ کتاب بھی اردو میں چھپ چکی ہے اور اسکے اس معروف ومفید مقدمہ کو بھی مستقل کتابی شکل میں شائع کیا جاچکا ہے۔

(عَجِبْتُ لِقَوْمٍ عَرَفُوا الْاَسْنَادَ وَصِحَّتَهٗ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَذْهَبُوْنَ اِلٰى رَأْيِ سُفْيَانَ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ يَقُوْلُ:)

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (سورة النّور:٦٣)

''مجھے اُس قوم (ان لوگوں) پر تعجب ہے جو اسناد اور اس کی نبی ﷺ تک صحت معلوم کر لینے کے بعد سفیان ثوریؒ کی رائے کو اختیار کرتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اُن لوگوں کو نبی ﷺ کی مخالفت سے ڈرنا چاہیئے کہ ایسے میں کسی فتنے میں مبتلا نہ ہو جائیں یا دردناک عذاب کا شکار نہ ہو جائیں۔''

پھر امام صاحب نے فرمایا:

''کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس آیت میں فِتْنَةٌ سے کیا مراد ہے؟ فِتْنَةٌ سے مراد شِرک ہے۔ جب کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کے کسی ارشاد کو ردّ کرتا ہے تو کیا بعید کہ اس کے دل میں کچھ کجی پیدا ہو جائے جس کے باعث وہ ہلاک ہو جائے۔''

(۱۰) امام بیہقیؒ نے جلیل القدر تابعی حضرت مجاہد بن جبیرؒ سے نقل کیا ہے، انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾

(سورة النسآء:۵۹)

''اگر تم کسی معاملہ میں باہمی تنازعہ میں مبتلا ہو جاؤ تو اسے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی طرف لوٹا دو۔''

انھوں نے اِن کلمات کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

(اَلرَّدُّ اِلٰی اللّٰهِ الرَّدُّ اِلٰی کِتَابِهٖ وَالرَّدُّ اِلٰی الرَّسُوْلِ الرَّدُّ اِلٰی السُّنَّةِ)

''اللہ کی طرف لوٹانے سے مراد کتابُ اللہ کی طرف لوٹانا اور رسول (ﷺ) کی طرف لوٹانے سے مراد سنّتِ رسول ﷺ کی طرف لوٹانا ہے۔''

(۱۱) امام بیہقیؒ نے ہی ذکر کیا ہے کہ امام زہریؒ نے فرمایا:

(كَانَ مَنْ مَضىٰ مِنْ عُلَمَائِنَا يَقُوْلُوْنَ: اَلْاِعْتِصَامُ بِالسُّنَّةِ نَجَاةٌ)

''ہمارے علماءِ سلف کہا کرتے تھے کہ سنّت کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا ہی ذریعۂ نجات ہے۔''

(۱۲) موفّق الدین ابن قدامہؒ نے اپنی کتاب ''روضة الناظر''میں ''اصولِ احکام کا بیان'' کے زیرِ عنوان لکھا ہے:

(وَالْاَصْلُ الثَّانِیُّ مِنَ الْاَدِلَّةِ سُنَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَقَوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حُجَّةٌ لِلدَّلَالَةِ الْمُعْجِزَةِ عَلٰی صِدْقِهٖ وَاَمْرِ اللّٰهِ بِطَاعَتِهٖ وَتُحْذِيْرِهٖ مِنْ مُخَالِفَةِ اَمْرِهٖ)

''مصادرِ دلائل میں سے سنّتِ رسول ﷺ اور آپ ﷺ کا قول (حدیث) آپ ﷺ کے صدق پر پائی جانے والی معجزانہ دلالت، آپ ﷺ کی اطاعت پر اللہ کے حکم اور آپ ﷺ کی مخالفت سے تحذیر و وعیدِ الٰہی کی بناء پر دلیل و حجّت ہے۔''

(۱۳) حافظ ابن کثیرؒ نے اس ارشادِ الٰہی:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْيُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌo﴾ (سورة النّور:٦٣)

''ان لوگوں کو ڈرنا چاہیئے جو نبی ﷺ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ انہیں کوئی فتنہ نہ گھیر لے یا وہ دردناک عذاب میں نہ مبتلا ہو جائیں۔''

حافظ ابن کثیرؒ نے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

عَنْ اَمْرِهٖ یعنی رسولُ اللہ ﷺ کے حکم سے، اور یہاں حکم سے مراد آپ ﷺ کی راہ، منہج، طریقہ، سنّت اور شریعت ہے۔ پس تمام اقوال واعمال کا نبی اکرم ﷺ کے اقوال واعمال سے موازنہ کیا جائے۔ جو اُن کے موافق ہو وہ قابلِ قبول اور جو ان کے مخالف ہو وہ اُسی کے قائل وفاعل پر ردّ کر دیا جائیگا، وہ چاہے کوئی بھی کیوں نہ ہو، کیونکہ بخاری ومسلم وغیرہ میں نبی ﷺ کی صحیح حدیث موجود ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَرَدٌّ))

''جس نے کوئی ایسا کام کیا، جسکا ہم نے حکم نہیں دیا، وہ نامقبول ہے۔''[29]

اس مذکورہ آیت کا مطلب یہ ہوا کہ شریعتِ محمدی ''علٰی صاحبها الصّلوٰة والسّلام'' کی ظاہری وباطنی ہر طرح کی مخالفت کرنے والوں کو ڈرنا چاہیئے۔

---

[29] مختصر مسلم:۱۲۳۷، ابوداؤد، دارقطنی اور مسند احمد(۶/۷۳). صحیح الجامع ۲/۱۰۹۳ غایة المرام للالبانی:۵

اِسی مفہوم کی ایک دوسری حدیث میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ)) (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجه، دارقطنی، بیهقی، طیالسی، مسند احمد. صحیح الجامع ۲/۱۰۹۳، غایة المرام تخریج الحلال والحرام للالبانی :۵)

''جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی چیز پیدا کی جسکا ہم نے حکم نہیں دیا، وہ مردود و نا قبول ہے۔''

اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ ''کہ وہ کسی فتنے میں مبتلا نہ ہو جائیں۔'' یعنی اُن کے دلوں میں کفر یا نفاق یا بدعت جاگزیں نہ ہو جائے۔ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ''یا وہ کسی المناک عذاب کا شکار نہ ہو جائیں۔'' دنیا میں یہ عذاب قتل، حدو تعزیز یا جیل وغیرہ کی شکل میں ہوگا، جیسا کہ امام احمد بن حنبلؒ عبدالرزاق سے، وہ معمر سے، وہ ہمام بن منبّہ سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَثَلِيْ وَمَثَلُكُمْ كَمَثَلِ رَجُلٍ اِسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا اَضَاءَتْ مَا حَوْلَهَا جَعَلَ الْفِرَاشُ وَهٰذِهِ الدَّوَابُّ اللَّاتِيْ يَقَعْنَ فِي النَّارِ يَقَعْنَ فِيْهَا وَجَعَلَ يَحْجِزُهُنَّ وَيَغْلِبْنَهُ فِيْهَا: قَالَ صلی اللہ علیہ وسلم: فَذَالِكَ مَثَلِيْ وَمَثَلُكُمْ اَنَا آخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ هَلُمَّ عَنِ النَّارِ فَتَغْلِبُوْنَنِيْ وَتَقْتَحِمُوْنَ فِيْهَا)) ۳۰

''میری اور تمہاری مثال اُس آدمی کی طرح ہے جس نے آگ جلائی اور اسکا گردو پیش روشن ہو گیا تو یہ پروانے، یہ کیڑے مکوڑے اور پتنگے جو عموماً آگ میں گرتے ہیں، وہ آکر آگ میں گرنے لگے۔ وہ انھیں بچانے اور آگ سے دور رکھنے کی کوشش کرتا رہتا ہے، مگر وہ اس پر غالب آجاتے اور آگ میں جا گرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اور تمہاری مثال بھی ایسی ہی ہے۔ میں تمہیں آگ سے روکتا ہوں کہ اس سے ہٹ جاؤ، مگر تم مجھ پر غالب آجاتے اور آگ میں جا گرتے ہو۔''

(۱۴) امام سیوطیؒ نے اپنے رسالہ ''مفتاح الجنّة فی الاحتجاج بالسّنّة'' میں کہا ہے: ''اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے! یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ جس شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

۳۰ بخاری، مختصر مسلم: ۱۵۴۴، ترمذی. صحیح الجامع ۲/ ۱۰۲۰

اصولِ حدیث میں پائی جانے والی کسی معروف قولی یا فعلی حدیث کی حُجّیت کا انکار کیا، وہ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہو گیا۔ قیامت کے دن اُس کا حشر یہود و نصاریٰ یا کافر قوموں میں سے، جس کے ساتھ اللہ چاہے، ہوگا۔

الغرض:

ایسے ہی تعظیمِ سنّت و حدیثِ رسول ﷺ، اُس پر عمل کرنے کے وجوب اور اُس کی مخالفت سے تحذیر و تنبیہہ کے متعلق صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعینِ عظام رحمہم اللہ اور ان کے بعد آنے والے اہلِ علم و فضل آئمہ و علماء کے بیشمار آثار موجود ہیں۔ لیکن طالبِ حق کے لیئے یہی کافی وشافی ہیں۔

اللہ سے ہماری دعاء ہے کہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو ایسے تمام اعمال کی توفیق بخشے جو اُس کی رضا کا باعث ہیں اور ایسے تمام افعال سے محفوظ رکھے جو اس کے غضب کا سبب ہیں اور ہم سب کو صراطِ مستقیم اور جادۂ حق کی ہدایت عطا فرمائے، وہ بہت ہی قریب سے سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔"

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عَبْدِهٖ وَرَسُوْلِهٖ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ.

تالیف: (علّامہ) عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز
الرئیس العام لادارات البحوث
العلمیہ والافتاء والدعوۃ والارشاد
(الریاض، سعودی عرب)

ترجمہ: ابو عدنان محمد منیر قمر نواب الدین
ترجمان سپریم کورٹ، الخبر
وداعیہ متعاون مراکز دعوت وارشاد
الدمام، الخبر والظہران (سعودی عرب)